دار العلوم حقانیہ

اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

ماہنامہ

الحق

بیاد: شیخ الحدیث حضرۃ مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ بانی دارالعلوم حقانیہ

مدیر مسئول: مولانا سمیع الحق

پاکستان کے پچاس سال مکمل ہونے کی مناسبت سے تاریخی دستاویزات اور ناقابل تردید حقائق کا مرقع

ماہنامہ "الحق" دارالعلوم حقانیہ کا خصوصی شمارہ

پاکستان کے پچاس سال مکمل ہونے کے سلسلے میں برصغیر میں اسلامی اور دینی صحافت کا علمبردار جریدہ ماہنامہ "الحق" نے ایک تاریخی دستاویز کے طور پر خصوصی نمبر شائع کردیا ہے۔ جس میں ملک وملت کے چوٹی کے مقالہ نگار اور مضمون نویس حضرات نے حصہ لیا ہے۔ ان مقالہ نگاروں میں علماء کرام کی نگارشات دور حاضر کے مشہور محققین، پروفیسرز، سکالرز، ڈاکٹرز اور دیگر دینی وقومی درد رکھنے والے حضرات شامل ہیں۔ انشاء اللہ موضوعات کی آفاقیت اور اہمیت کے اعتبار سے "الحق" کا یہ خصوصی نمبر آپ کو علم اور تحقیق کے نئے گوشوں اور زاویوں سے متعارف کرائیگا۔

موضوعات

- ★ پچاس سالہ روداد سفر ★ کیا پایا؟ کیا کھویا ★ پاکستان کی ضرورت کیوں؟
- ★ مقصد تخلیق پاکستان سے مسلسل انحراف ★ کیا ملک میں مغربی جمہوریت کا تجربہ کامیاب رہا۔
- ★ "گولڈن جوبلی" اور پاکستان ★ کیا واقعی سرسید دوقومی نظریہ کے بانی تھے؟
- ★ تحریک آزادی وتحریک پاکستان میں علماء کا روشن کردار ★ نظریہ پاکستان اور بانی پاکستان
- ★ آزادی کا مفہوم ★ ہمارے پچاس سالہ کارنامے ★ ملک تو بن گیا مگر قوم؟
- ★ مسلسل ناکامیوں کی داستان الم ★ پاکستان میں جمہوریت کا مستقبل۔

اسی طرح دیگر معلومات افزا اور سنسنی خیز انکشافات اور تجزیے

دفتر ماہنامہ "الحق" دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ

صفحات: 164 قیمت صرف =/35 روپے

اے بی سی آڈٹ بیورو سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

جلد نمبر 33
شمارہ نمبر 6
ذی القعدہ ۱۴۱۸ھ ہجری
مارچ ۱۹۹۸ء

ماہنامہ الحق
اکوڑہ خٹک

مدیر	نگران	مدیر اعلیٰ
حافظ راشد الحق سمیع حقانی	حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ	حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ

ناظم شفیق فاروقی

اس شمارے کے مضامین

نقش آغاز ۔ (مملکت خداداد دہشت گردوں کے رحم وکرم پر ، پختونخواہ اور غیر منطقی اتحاد کا فطری اور منطقی انجام ، خلیج کی صورتحال اور عالم اسلام ، نئے تعلیمی سال کا آغاز) ـــ (مولانا محمد ابراہیم فانی) ـــ 2

افغانستان کی حالت زار اور نجات کا راستہ ـــ (مولانا سمیع الحق مدظلہ) ـــ 6

تاریخ نگاری میں مسلم مؤرخین کی خدمات ـــ (پروفیسر عزیز منہاس) ـــ 19

مؤاخات اسلامی معاشرہ کی اولین تنظیم ـــ (ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی) ـــ 30

... کے حادثات اور سانحات کا تدارک کیسے ہو؟ ـــ (پروفیسر افسر حسن صدیقی) ـــ 43

اسلام اور نظام ٹیکس ـــ (جناب محمد طیب مظہر گوجروی) ـــ 49

ڈاکٹر ولموٹ کلون بھیڑ کا خالق نہیں ـــ (جناب حسن خان ٹوکیو) ـــ 57

افکار و تاثرات ـــ (قارئین بنام مدیر) ـــ 62

جناب مولانا عتیق الرحمن سنبھلی نعمانی ، جناب عبدالعزیز چشتی

"الحق" خصوصی شمارہ جرائد اور مجلات کی نظر میں ـــ (معارف اعظم گڑھ (انڈیا)) ـــ 64

کمپیوٹر کمپوزیٹر :- سجاد خان

ماہنامہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (سرحد) پاکستان ۔ فون :- 630435 ، 630340 - (0923)

سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ =/15 روپے سالانہ =/150 روپے ، بیرون ملک 20 $ امریکی ڈالر

پبلشر :- مولانا سمیع الحق مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک منظور عام پریس پشاور

نقش آغاز

ادارہ

مملکت خداداد دہشت گردوں کے رحم وکرم پر

ایک عرصے سے ہمارا ملک شدید دہشت گردی کی لپیٹ میں ہے ۔ آئے دن دھماکے ہوتے رہتے ہیں اور کشت وخون کا ایک لامتناھی سلسلہ جاری ہے ۔ فیصل آباد اور گوجرانوالہ میں اور پھر اس کے فوراً دوسرے دن بعد کراچی میں یکے بعد دیگرے مصروف ترین مقامات میں بم دھماکے اور اس کے ضمن میں درجنوں بے گناہ اور معصوم شہریوں کی ہلاکت کے واقعات رونما ہوئے ،اس پر مستزاد فیصل آباد میں دوجید علماء کرام کی شہادت جن کا فرقہ واریت کے ساتھ دور کا بھی واسطہ نہ تھا ، بلکہ اخباری اطلاعات کے مطابق اور اسی طرح مقامی لوگوں کے بقول آخری خطبہ بھی انہوں نے اتحاد بین المسلمین کے موضوع پر دیا تھا ۔مگر شاید دہشت گروں کا مطمح نظر صرف علماء اور پھر خاص کر علماء دیوبند کو چن چن کر قتل کرنا ہے ۔ خواہ وہ کسی فرقہ پرست جماعت سے تعلق رکھتے ہوں یا نہ ۔ یہی وجہ ہے کہ آج پاکستان میں ہر شخص اپنے آپ کو غیر محفوظ تصور کرتا ہے ۔ وہ نہ بازار بلا خوف وخطر جاسکتا ہے کیونکہ وہاں پر دہشت گردی اور بم دھماکے کا خطرہ ہے ۔ نہ مسجد جاسکتا ہے کیونکہ وہ بھی ان بدبلطنوں کی ریشہ دوانیوں سے محفوظ نہیں اور نہ ٹرین یا وین میں سفر کرنے کو تیار ہوتا ہے ۔ مگر بامر مجبوری اور یہ سلسلہ ایک عرصے سے جاری ہے ۔ درمیان میں ہفتہ تین دن کیلئے کاروائیاں اگر رک بھی جائیں تواسے حکومتی حلقے اپنے لیے ایک بہت بڑی کامیابی کے طور پر پیش کرتے ہیں ، لیکن اس کے معاً بعد دوسرے دن کسی شہرمیں ، بازار یا ٹرین میں یا بس سٹاپ پر دھماکہ ہوجاتا ہے ۔ ع ۔ کسی کا اس طرح یا رب نہ دنیا میں بھرم نکلے

پھر وہی گھسے پٹے جملے دھرائے جاتے ہیں کہ فلاں صاحب نے جائے واردات کا بچشم خود معائنہ کیا اور متعلقہ افسران کو تلقین کی کہ وہ دہشت گردوں اوراس واقعہ میں ملوث افراد کو جلد ازجلد گرفتار کریں ۔ پھر جب عوام کے غیظ وغضب میں اضافہ ہوتا ہےتو اشک شوئی کیلئے جھوٹے بیانات اور دروغ گوئی کا سہارا لیا جاتا ہے کہ پولیس اور خفیہ ایجنسیوں کو قاتلوں کا سراغ مل گیا ہے اور بہت جلد بھیانک انکشافات کی توقع ہے اور یوں بات آئی گئی ہوجاتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بھاری مینڈیٹ کی دعویدار حکومت ملک کے تمام شعبہ ہائےزندگی میں ناکام ہوچکی ہے۔ ملک کی معاشی صورتحال ، اقتصادی نظام ،امن وامان کی حالت کوئی بھی تسلی بخش نہیں ۔ پھر خاصکر امن وامان قائم کرنا شہریوں کو تحفظ دینا انکی جان ومال اورآبروکی حفاظت کرناتوہرحکومت کی اولین ترجیح ہے اور ہونی چاہیے ۔

یہی وجہ ہے کہ جو بھی حکومت ملک میں امن وامان قائم کرنے میں ناکام ہوتی ہے وہ مقررہ معیاد پورا ہونے سے پہلے اسکا" سامان اور بوریا بستر" لپیٹ دیا جاتا ہے حکومت اور امراء کو نوشتہ دیوار پڑھ لینا چاہیئے ۔ اندریں حالات عوام حکومت سے اس سوال میں حق بجانب ہیں کہ حکومت جو کروڑوں ، اربوں روپے خفیہ ایجنسیوں پر خرچ کررہی ہے ، انکی کارکردگی پر کبھی غور کیا ہے بھی یا نہیں ...؟

پختونخواہ اور ایک غیر منطقی اتحاد کا فطری اورمنطقی انجام

گذشتہ سال تین فروری ۱۹۹۷ء کو جب عام انتخابات کا انعقاد ہوا اور اسی انتخاب کے نتیجے میں میاں محمد نوازشریف بھاری مینڈیٹ کے ساتھ سریر آرائے مسند وزارت ہوئے تو میاں صاحب انتخابی وعدوں پر یقین کرتے ہوئے عوام نے انکو اپنے گوناگوں مسائل ، بے پناہ مشکلات ، ناقابل بیان مصائب اور دکھوں کا مسیحا سمجھا کیونکہ میاں صاحب عوام سے محبت اور عوامی مشکلات کے حل کرنے کے جذبے کو جس درد بھرے انداز اور شدت سے بیان کرتے تھے ہر کسی کو ان کے دعوے اور وعدے کی صداقت پر یقین آتا تھا ۔ لیکن ایک سال نواز حکومت کا پورا ہوا ۔ اس ایک سال میں انہوں نے ملک وقوم کو کیا دیا ؟ ۔ کیا ترقی ہوئی ؟ کتنی ملازمتیں دی گئیں ؟ کونسے منصوبے کی تکمیل ہوئی ؟ کتنے بےروزگاروں کو روزگار ملا ؟ کتنی سڑکیں تعمیر ہوئیں ؟ کتنے شفاخانے ، ہسپتال ، سکول اور کالج کھلے ؟ اسکے متعلق کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ۔ عیاں را چہ بیاں

؎ غضب کیا ترے وعدے پہ اعتبار کیا تمام رات قیامت کا انتظار کیا

مسلم لیگ کا اے این پی کے ساتھ اتحاد یہ بھی عجائبات عالم میں سے ایک ہے ، لیکن سیانوں کا کہنا ہے کہ آجکل کوئی بھی بات انہونی نہیں ۔ **ستاتیک بالاخبار مالم ترود ۔**

بعض تجزیہ نگار تو اس اتحاد کو خفیہ ہاتھوں کی کرشمہ سازی سے تعبیر کرتے ہیں ۔ بہرتقدیر حقیقت حال اللہ کو معلوم ہے لیکن مسلم لیگ اور اے این پی کے سیاسی نظریات کو دیکھتے ہوئے یہ بات بہت ہی بعید تھی کہ ان دونوں پارٹیوں کا اتحاد ہوجائیگا ، مگر چشم فلک نے یہ تماشا بھی دیکھا کہ گویا شیر اور بھیڑ ایک ہی گھاٹ سے پینے لگے ۔ اس وقت بھی اس غیر فطری اتحاد پر تعجب کا اظہار کیا گیا اور پھر انتخابات میں دونوں پارٹیوں نے سب سے زیادہ سیٹیں حاصل کرلیں ۔ اور جسکے نتیجے میں مخلوط حکومت یہاں صوبہ سرحد میں بن گئی ۔ اور ادھر بھی مرکز کی طرح عوام نے توقع سے زیادہ ان سے امیدیں وابستہ رکھیں ۔ اس لیے کہ صوبہ سرحد میں بھی عوام ہزاروں مسائل سے دوچار ہیں ۔ انہوں نے اپنے منتخب شدہ نمائندوں پر اعتبار اور اکتفا کیا ۔ لیکن ایک سال مکمل ہوگیا اور مسائل گھٹنے کے بجائے بڑھتے چلے گئے ، مثلاً مہنگائی ، آٹے کا بحران ، لوڈشیڈنگ ، ملازمت کیلئے سرکاری

دفتروں کے طواف مگر جو افسوسناک پہلو ہے وہ یہ کہ اے این پی نے عوامی مطالبات سے صرف نظر کرتے ہوئے پختونخواہ کی قرارداد پیش کی۔ جو کہ عجیب وغریب انداز میں اسمبلی میں پاس کی گئی، جس میں اے این پی نے اپنی حکمت عملی کیوجہ سے یا پھر مسلم لیگ کے ممبران کی سادگی کا بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے انتہائی تکنیکی انداز میں سرحد اسمبلی سے منظور کرادی۔ جس پر مسلم لیگی حلقوں میں ایک کھلبلی مچ گئی اور پھر خاص کر ہزارہ ڈویژن اور ڈیرہ اسماعیل خان میں اس نام اور قرارداد کی خلاف ایک عوامی احتجاج کا ریلا آیا اور یہیں سے مسلم لیگ اور اے این پی کے صوبائی رہنماؤں کے درمیان مخالفانہ بیانات اور طنزوتنقید کا سلسلہ شروع ہوا۔ میاں نواز شریف نے اس دوران معذرت خواہانہ رویہ اختیار کیا تھا، جبکہ اے این پی اور اس کے رہنماؤں کا لہجہ انتہائی سخت اور کرخت تھا پھر اس میں مزید تیزی اور ابتری باچاخان کی برسی کے موقع پر آگئی۔ جب ولی خان نے اخباری اطلاعات کے مطابق محمد علی جناح کے متعلق گستاخانہ زبان استعمال کی اور یوں آہستہ آہستہ یہ غیر فطری اتحاد اپنے منطقی اور فطری انجام کو پہنچا۔ اب یہاں پر بات پختونخواہ کی نہیں بات یہ ہے کہ کیا یہ وقت ایسے موضوعات کیلئے موزوں تھا یا نہیں جبکہ عوام اپنے اپنے مسائل کے حل کیلئے ارکان اسمبلی اور وزراء سے اپیلیں کررہے تھے اور یوں ایک نان ایشو کو ایشو بناکر اصلی مسائل سے عوام کی توجہ ہٹانے کی دانستہ کوششیں کی گئیں، حالانکہ اس سے پہلے سرحد اسمبلی اسلامی قانون کے بارے میں قرارداد متفقہ طور پر پاس کرچکی تھی۔ گویا وہ بالکل غیر متنازعہ قرارداد تھی۔ لیکن اس کی طرف کوئی توجہ نہیں دی گئی اور ایک متنازعہ قرارداد کو ایشو بنایا گیا۔

ہم صوبہ سرحد کے نام کے بارے میں یہ رائے رکھتے ہیں کہ اگر اس نام کو بدلنا ہے تو پھر ایک ایسا نام تجویز کیا جائے جو صوبہ سرحد میں مقیم تمام قومیتوں کیلئے قابل قبول ہو اور اگر اس نام پر اصرار کیا گیا تو پھر تمام ملک کا نقشہ بدل جائیگا۔ اور اس کی اکائی بکھر جائیگی جس کا نتیجہ یقیناً انتہائی خطرناک ہوگا۔ ہم میاں صاحب سے اپیل کرتے ہیں وہ ایسے اقدامات سے پرھیز کریں جس سے ملکی وحدت اور سالمیت کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو۔ اگرچہ ہمارے وزیراعظم صاحب اپنے اقتدار اور وزارت کیلئے بہت کچھ کرگزرنے کو تیار ہیں......۔

خلیج کی صورت حال اور عالم اسلام

گذشتہ کئی مہینوں سے عراق اور امریکہ کے درمیان جو کشمکش جاری تھی اور امریکہ نے عراق پر جس ننگی جارحیت اور کھلی دہشت گردی کا ارادہ اور عزم صمیم کیا تھا۔ اگرچہ وہ خطرہ بظاہر ٹل گیا۔

اس لیے کہ اس بار امریکہ کو وہ حمایت حاصل نہیں ہوئی۔ جو ۱۹۹۱ء میں اس کو ملی تھی۔ علاوہ ازیں سلامتی کونسل کے مستقل ارکان نے بھی امریکہ کو من مانی کرنے نہ ہونے دیا اور ایسا کرنا بھی چاہئیے تھا۔ اس لیے کہ اقوام متحدہ یا سلامتی کونسل صرف امریکہ اور اس کی بالادستی کا نام نہیں اور اب تو اس واقعہ کے بعد امریکہ کے عزائم کے بارے میں کسی غلط فہمی کا شکار نہیں ہونا چاہیے۔ اس لیے کہ سوویت یونین کی تحلیل کے بعد اب امریکہ " انا ولا غیری " کی چوٹی پر بزعم خود براجمان ہے۔ لیکن اس کو یہ نہیں بھولنا چاہئیے۔ کہ " ہر کمالے را زوال " سوویت یونین کیطرح اس کا انجام بھی یہی ہوگا۔ بلکہ اس سے بھی بھیانک تر۔ مگر ہم عالم اسلام کے زعماء اور قائدین سے گذارش کرتے ہیں کہ خدارا سنبھل جائیے، اور آپس کے اختلافات کو بھلاکر" بنیان مرصوص " کیطرح مضبوط ہونے کی کوشش کریں تاکہ سلامتی کونسل میں عالم اسلام کو موثر نمائندگی حاصل ہوجائے۔

(XXXXXXXXXX)

دارالعلوم حقانیہ میں نئے تعلیمی سال کا آغاز

حسب سابق امسال بھی تعطیلات رمضان المبارک کے بعد ۱۳ شوال سے دارالعلوم میں داخلے شروع ہوئے اور وفاق المدارس پاکستان کے مقررکردہ نصاب کے مطابق تمام درجات میں داخلہ کیلئے کثیر تعداد میں طلبہ ملک اور بیرون ملک سے دارالعلوم تشریف لائے۔ وسائل کی کمی اور جگہ کی تنگی کے باعث بہت سے طلبہ کو داخلہ سے محروم واپس لوٹنا پڑا، چونکہ دارالعلوم برصغیر میں اپنا ایک الگ تشخص رکھتا ہے اور جہاد افغانستان اور موجودہ طالبان تحریک میں اسکا ایک مضبوط اور توانا رول اور کردار ہے۔ اس لیے ابتداہی سے یہاں پر طلبہ کی ایک بہت بڑی تعداد اور ہجوم رہتا ہے۔ چنانچہ گذشتہ کئی برسوں سے صرف دورۃ حدیث میں شریک طلبہ کی تعداد پانچ صد بلکہ اس سے بھی تجاوز کرجاتی ہے اسی طرح ہر درجے میں اوسطاً تقریباً سو اور نوے طلبہ شریک درس ہیں۔ اس سال بھی کثیر تعداد میں دوردراز علاقوں سے طلبہ تشریف لائے۔ لیکن دارالعلوم اپنی تمام تر وسعت کے باوجود زبان حال سے اپنی تنگ دامنی پر شکوہ سنج ہے۔ بعض حضرات تو ہم سے صرف پشتو میں پڑھائی کی شکایت کرتے ہیں اور انکا یہ مطالبہ ہے کہ یہاں پر دیگر زبانوں میں تعلیم اور پڑھائی شروع کرائی جائے مگر یہاں پر ہمارے پاس وسائل کی کمی ہے۔ انشاء اللہ ہماری کوشش ہوگی کہ جس طرح سوویت یونین سے آزادی حاصل کرنے والی ریاستوں کے طلبہ کیلئے فارسی زبان میں پڑھائی کا انتظام کیا گیا ہے یہ انتظام بھی ہوجائیگا۔ لیکن اس کیلئے اہل درد حضرات کی توجہ کی ضرورت ہے۔ {}{

بسلسلہ پچاس سالہ تقریبات آزادی پاکستان

جناب حضرت مولانا سمیع الحق صاحب

پاکستان کی حالت زار اور نجات کا راستہ

سفر برطانیہ کے دوران ۱۹ اگست ۱۹۹۷ء بعد از نماز عصر ھڈر سفیلیڈ کے اسلامی سنٹر مسجد بلال میں خطاب جسے مولوی محمد سلیم سواتی نے ٹیپ ریکارڈ کی مدد سے مرتب کیا۔

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم امابعد ۔ قال تعالیٰ ضرب اللّٰہ مثلاً قریۃ کانت امنۃ مطمئنۃ یاتیھارزقھا رغدا من کل مکان فکفرت بانعم اللّٰہ فاذاقھا اللّٰہ لباس الجوع والخوف بما کانوا یصنعون۔ صدق اللّٰہ العظیم۔

میرے محترم قابل احترام علماء کرام مولانا قاری عبدالحی عابد صاحب ، مولانا محمد اکرم صاحب ، مولانا حافظ عبدالمجید صاحب اور میرے ہم وطن معزز حاضرین وسامعین ،میں کوئی مقرر نہیں ہوں ۔ یہاں شاید یہ پہلی بار آنا نصیب ہوا ہے ۔ برطانیہ کوئی دس سال پہلے آیا تھا ایک دوپروگرام تھے ۔ اور یہ بھی اچانک بنا تھا ۔ گلاسکو گئے تھے ۔ دو تین دن بہت مصروف دورہ تھا ۔ اس کے بعد بھی جی چاہا لیکن دارالعلوم کی مصروفیات اور اپنے ملکی حالات جو ہروقت ناگفتہ سے ناگفتہ بہ ہوتے جاتے ہیں ۔ اس وجہ سے باہر جانے کی نوبت کم آتی ہے ۔ بڑی خواہش ہوئی کہ یہاں آؤں اور آپ حضرات سے ملوں ، تبادلہ خیالات ہوسکے ۔ آپ کو وطن کے بارے میں جو دکھ ہے جو درد ہے جو دلچسپی ہے ، احساس ہے اپنے ملک کے ساتھ وہ ایمان کی علامت ہے ۔ " حب الوطن من الایمان " یہاں مجھے حضرت قاری محمد اکرم صاحب نے فرمایا کہ پاکستان کے بارے میں تعمیری کردار کیا ہوسکتا ہے ؟ اس موضوع پر کچھ عرض کرنا ہے ۔ تو میں نے جتنا بھی غور کیا ، جن عجیب وغریب حالات سے ہم گزر رہے ہیں کئی سالوں سے تو اس کی تصویر مجھے اس آیت کریمہ میں نظرآتی ہے جو میں نے تلاوت کی ۔ ایسا لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پاکستان ہی کے بارے میں یہ نقشہ کھینچا ہے ۔ یہ ایت بنی اسرائیل کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے بیان کی ہے اور ایک مثال بیان کی ہے کہ "ضرب اللہ مثلاً قریۃ آمنۃ مطمئنۃ " یہ اللہ ایک مثال دیتا ہے بنی اسرائیل کی حالت کی ۔ کہ ایک گاؤں ، ایک شہر تھا اور ہرلحاظ سے امن وامان اور خوشحالی واطمینان کی نعمتوں سے مالا مال تھا ۔ ہرچیز مہیا تھی ۔ دنیا کے ہر

گوشہ سے ان کو پکی پکائی نعمتیں ملتی تھیں۔ اللہ نے آیت میں ایک خوشحال گھرانے اور خوشحال بستی کی تصویر کھینچی ہے پھر اس گاؤں والوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری شروع کی، نافرمانی کی، اللہ کے نعمتوں کو ٹکرادیا۔ فاذاقھا اللہ لباس الجوع والخوف تو اس بستی سے اللہ نے امن کی چادر بھی کھینچ لی۔ اطمینان وخوشحالی اور فراخی کی بھی پھر............

ناشکری کی وجہ سے بھوک اور خوف کا تسلط :-

اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک لباس پہنا دیا جو خوف اور بھوک کا لباس تھا۔ اور یہ بدترین لباس ہے جو قرآن کریم نے جگہ جگہ اس کو لباس کہا ہے۔ لباس الجوع ہوتا ہے۔ قمیض اور شلوار تو اس طرح اللہ تعالیٰ ان قوموں کو خوف اور بھوک کی شلوار اور قمیض پہنادیتا ہے جس طرح لباس نے انسان پر احاطہ کیا ہوا ہوتا ہے اور لباس میں ڈھانپنا ہوتا ہے اور جسم اس میں گھرا ہوا ہوتا ہے۔ پھر وہ پوری بستی پوری قوم اور پورا ملک ان دو چیزوں میں گرجاتا ہے جوکہ بنی اسرائیل کے بارے میں ہیں۔ وہ بنی اسرائیل جو غلام تھے۔ فرعون کی اذیتوں، ذلتوں اور مصیبتوں کے شکار تھے۔ جیسے پاکستان کا یہی نقشہ ہے۔ ڈیڑھ دوسو برس ہم انگریز کے غلام رہے۔ اور اس میں ہم دنیا کی ذلتوں، اذیتوں اور مصیبتوں سے دوچار تھے۔ آپ کو ساری داستان معلوم ہے اور کیا کیا ذلتیں اور مصیبتیں دو سو برس میں ہمارے اکابر نے ہمارے مجاہدین نے ہمارے علماء حق نے اس آزادی کی جنگ لڑنے میں نہیں اٹھائیں۔ یہی صورت حال بنی اسرائیل پر آئی تو انہوں نے طویل جنگ لڑی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جدوجہد کی۔ فرعون کو ہر قسم دلائل سے، مقابلوں سے اور علمی بحث ومباحثہ سے قائل کرنے کی کوشش کی لیکن وہ انگریز کیطرح نہیں مانتا تھا۔ فرعونیت تھی اور یہ ساری داستان آپ قرآن کریم کی درس میں سنتے ہیں۔

آزادی کے بعد نقض عہد اور اس کا وبال :-

اس طویل جدوجہد کے بعد اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو آزادی دی اور آزادی بھی اللہ کی دین کو نافذ کرنے کیلئے، اللہ کے کتاب پر عمل کرنے کیلئے آزادی کیساتھ اللہ نے ایک نظام بھی دے دیا۔ مرتب نظام الواح ..... کی شکل میں کوہ طور پر بلاکر وہ نظام اور پورا نقشہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ نے دے دیا۔ کہ اب آپ لوگ آزاد ہیں۔ آزادی کے بعد انسان اللہ کی مرضی پر چلتا ہے۔ لوگوں سے اور لوگوں کی غلامی سے آزاد ہوگئے۔ لیکن اب اللہ کے غلام بن گئے ہو۔ اللہ کی غلامی کے یہ طورطریقے ہیں۔ تو اللہ نے ہمیں اندھیرے میں نہیں رکھا ہے۔ کسی بھی

دور میں کہ ہمیں ایک نظام سے ایک لائحہ عمل سے محروم رکھا ہو۔ اس نے ہر دور میں لائحہ عمل اور مرتب نظام اپنے بندوں کے سامنے رکھا۔ مگر آزادی کے فوراً بعد وہ مکر گئے۔ فبما نقضھم میثاقھم انہوں نے میثاق توڑ دیا، عہد توڑ دیا۔ لعنٰھم ہم نے ان پر لعنت برسائی، اپنے رحمت سے دور کردیا۔ انہوں نے الواح مقدسہ کو الواح مبارکہ کو پھینک دیا۔ اور بنی اسرائیل نے آزادی کی ساری نعمت ناشکری سے بدل دی۔ بت پرستی اختیار کی۔ بچھڑوں کی عبادت کی۔ مادہ پرستی کی طرف گئے۔ ساری مادیت سے آخرت فراموشی سے تصویر پرستی، بت پرستی، فحاشی بے حیائی سے اپنے ہاتھ کے بنے ہوئے بتوں کو معبود بنانے کی تعبیر اس سے کی گئی ہے، تو پھر نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو جسے آزادی دی گئی تھی۔ ایک صحرا میں ایک دہشت میں ایک ایسے علاقہ میں گھیر لیا جس کو وادی تیہ کا نام دیا گیا۔ تیہ کہتے ہیں حیرانی سرگردانی اور گم کرنے کو حاجیوں کو آپ نے دیکھا ہے جو گم ہوجاتے ہیں۔ بڑے بڑے کیمپوں میں منیٰ میں التائھون لکھا ہوتا ہے۔ جو بھٹک جائے جو اپنے منزل تک نہ پہنچے ایک مکان میں آپ گھر گئے۔ آگ لگ گئی نعوذ باللہ وہ مصیبت آگئی۔ اب آپ تلاش میں ہیں لیکن دروازہ نہیں مل رہا ہے اور آپ چاروں طرف بھاگ رہے ہیں لیکن آپ ٹکریں مار رہے ہیں لیکن راستہ نہیں مل رہا ہے۔ یتیھون فی الارض خدا نے کہا پھر وہ آزاد قوم میں نے ایسی گھیر لی کہ وہ بھٹکتے پھر رہی تھی۔ بھاگ رہی تھی دوڑ رہی تھی۔ حق اور نور کی اور روشنی کی تلاش میں نجات کا منزل ڈھونڈ رہی تھی لیکن ان کو وہ نہیں مل رہا تھا یہاں تک کہ وہ پرانی ساری نسل اس حالت میں فنا ہوگئی۔ یہی صورتحال یہی سارا نقشہ آج پاکستان کا ہے۔ کتنی مصیبتوں سے ہم نے جنگ آزادی لڑی۔ ہمارے اکابرؒ نے ہزاروں لاکھوں نے قربانیاں دی اور یہ ملک ہم نے حاصل کیا۔ اللہ نے ہمیں آزادی دی ھندو سے بھی اور انگریز سے بھی، دو ظالم قوتوں سے اللہ نے ہمیں نجات دی کہ اب تم اس آزاد ملک میں رہو۔ اپنا نظام اپنا دین جو ہم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ اتار دیا ہے اس پر عمل کرو۔ ہمیں کہا گیا کہ پاکستان کا معنیٰ لاالہ الااللہ ہوگا۔ اللہ نے ہمیں ملک دے دیا لیکن ہم نے، آپ نے دیکھا پچاس سال میں مسلسل عہد میثاق کیساتھ کیا کچھ کیا۔ آزادی ملتے ہی لوگوں نے تاویلیں شروع کیں کہ نہیں ہمارا مقصد ایک اسلامی سٹیٹ نہیں تھا سیکولر اسٹیٹ تھا۔ اقتصادی خوشحالی تھی۔ یہ سارا نقشہ آپ کے سامنے ہے کہ ہم اسی نظام میں پھنس کر رہ گئے جو انگریز نے ہم پر مسلط کیا تو آج وہی سارا نقشہ آپ کے سامنے ہے جو بنی اسرائیل کیساتھ ہوا تھا۔ وہی ہمارے ساتھ ہونا تھا۔ لیڈر، سیاستدان، سب کفران نعمت میں مبتلا ہوگئے۔ قوم آج اس کا نتیجہ بھگت رہی ہے۔ اور وہی صورتحال ہے کہ پوری

قوم منزل کی تلاش میں ہے ۔ میں پاکستان میں بھی کہا کرتا ہوں کہ وادی تیہ ہے ۔ تقریروں سے فلسفوں سے سیمناروں سے اور اقتدار بدلنے سے دوٹوں سے الیکشنوں اب مسئلہ حل نہیں ہوگا ۔ یہ اب وادی تیہ بن گئی ہے ۔ حیران وسرگردان ہیں ۔ لیڈر بھی قوم بھی رعایا بھی ، مولوی بھی ہم سے لوگ پوچھتے ہیں مولانا کیا حال ہوگا ؟ ہم کہتے ہیں کچھ معلوم نہیں ہے جو کچھ تم نے کیا کرایا ہے ۔ یہ اس کا نتیجہ ہے بھٹک کر پھیرتے رہو ۔

ہم نے غلامی کا طوق بھی تک گلے سے لگا رکھا ہے :-

حل وہ ہے کہ جو قوم غلامی سے نجات پالیتی ہے وہ اپنے آقاؤں کا غلامی کا نظام اٹھاکر باہر پھینک دیتی ہے ۔ ایک آزاد قوم کی حیثیت سے اللہ نے اپنا ایک نظام دیا کہ اس کے بغیر کوئی بھی نظام تلاش کروگے وہ متبادل مجھے قبول نہیں ہے ۔ ومن یبتغ غیر الاسلام دنیا فلن یقبل منہ ، کہ اسلام کے علاوہ کوئی نظام ڈھونڈے گا ، جو کمیونزم ہو مارکسزم ہو ، سوشلزم ہو وہ بھی نظام ہیں اور قوموں کیلئے کچھ وقت تک فائدہ دے سکتے ہیں ۔ کافروں کو ، لیکن مسلمان کو سوائے اسلام کے بحیثیت نظام جس کو دین کہتے ہیں وہ سوٹ نہیں کرسکتا ۔ وہ مجھے قبول نہیں ہے ۔

غدار حکمران بغاوت کیلئے سامراجی نظام سے چمٹے ہوئے ہیں :-

میں کہا کرتاہوں کہ اتنے ظالم حکمرانوں اور لیڈروں سے ہمارا واسطہ پڑگیا کہ اگر قرآن کا ، اسلام کا ، نظام نہ بھی لاتے تو غلاموں کیلئے ایک نظام جو باقی رہ گیا وہ اٹھاکر پھینک دیتے ۔ آپس میں مل بیٹھ کر آزاد قوموں کو جو سوٹ کرتا ہے اس کو نافذ کردیتے ۔ مگر ہمارے کم بخت تو اسی لکیر کے فقیر بن گئے ہیں کہ اس ٹولے کا تحفظ اور مفادات اسی نظام میں ہیں ۔ اسرائیل آزاد ہوا ہے اگر ایہودی نظام وہاں نہیں ہے تو پھر بھی اپنا کوئی نظام اصول وضوابط اپنالئے ۔ روس میں چین میں وہاں کے اقوام آزاد ہوئے آپ کے ساتھ بھی اور آپ کے بعد بھی تو انہوں نے اصول بنائے ملک کی مشکلات دور کرنے کچھ اخلاق ، کچھ قانون کچھ اصول بنائے ۔ آئین بنایا لیکن انہوں نے قسم کھائی ہے اس مفاد پرست ٹولے نے جو انگریزوں کا امریکے اور امریکے کے مفادات کا تحفظ کرنے والا ٹولہ ہے اس نظام میں ایک طبقہ کا تحفظ ہوتا ہے اور عام رعایا جو ہیں وہ مصیبتوں میں رہتی ہیں ۔ بھیڑ ، بکریوں کی طرح اس نظام میں ، بلوچستان میں کوئی لٹیرا وڈیرا اس کو سردار بنادیا ۔ انگریز آقا کہتے ہیں کہ چار پانچ سو میل مربع تمھاری مرضی پر ہے ۔ تمھارے رحم وکرم پر ہے ۔ یہ غلام لوگ ہیں ، انسان نہیں ہیں ۔ کیڑے مکوڑے ہیں اب تو اس کو قتل کرے یا تہہ خانوں میں ڈالے یہ ہمارے

وفادار نہیں ہیں ۔ پانچ سو میل ساری یہ تیری جاگیر ہے ۔ انگریز نے یہی کچھ کیا نا ۔ اس میں کوئی سرمایہ دار ہے کوئی امیر ہے کوئی ڈکیٹٹر ہے کوئی وڈیرا ہے کوئی خان ہے کوئی ملک ہے ۔ ان چند لوگوں کے ذریعے پوری قوم کو جو پاکستان میں غلام قوم رہتی تھی اسکو وہ پیس رہے تھے ۔ ان کیلئے نہ علاج کی سہولت ہوتی تھی نہ ان کے لیے تعلیم کا نظام تھا ۔ تعلیم ان کیلئے ممنوع تھی ۔ اب تک اس علاقوں میں وہ وڈیرا تعلیم برداشت نہیں کرتا ۔ ریاستوں کے نواب نہیں برداشت کرتے ۔ وہ علاج سے محروم ہوتے تھے ۔ سڑکوں سے محروم ہوتے تھے ۔ بجلی سے محروم ہوتے تھے ۔ اندھیرے میں رہتے تھے ۔ وہ استحصالی ، استعماری ، نوآبادیاتی نظام تھا وہ سوٹ کرنا تھا انگریز کیلئے ، اس نے عدالتی نظام بھی ہمارے لئے ایسا بنایا کہ یہ کبھی عدل وانصاف کو سونگھ بھی نہ سکیں اور کچہری اور عدالتوں میں اسی طرح پھنسے رہیں کہ ظالم بچا رہے اور مظلوم جو ہے وہ دوسری نسل تیسری نسل تک عدالتی چکر میں رہے ۔ اب بھی پاکستان میں دو تین نسلوں تک مقدمے چلتے ہیں اس نظام کو کہتے انگریزی نظام یہ بھی جھوٹ بولتے ہیں انگریزی نظام یہ نہیں تھا انگریزوں نے اپنے لئے تو اور نظام بنایا ہے وہ ملعون قوم جو حکمران تھی نو آبادیاتی نظام تھا ۔ اس کیساتھ ہم چمٹے ہوئے ہیں ۔

یہاں انگریزی نظام بھی نہیں ہے :-

انہوں نے تو اپنے لئے اتنا اعلیٰ نظام بنایا ہے کہ اپنے کتوں کو بھی انہوں نے حقوق دے دیئے ہیں اور محروم نہیں رکھتے بوڑھوں کا ، مریضوں کا ، ضعیفوں کمزوروں کا ان کے ہاں پورا تحفظ ہے ۔ آپ کے یہاں کوئی شخص محروم نہیں ہے بنیادی حقوق ۔ انہوں نے اپنے محفوظ کر رکھے ہیں ۔ یہاں جو آسائش اور راحت دیکھتے ہیں سہولتیں دیکھتے ہیں تو ان قیدخانوں سے ہمارے لوگ بھاگ بھاگ کر یہاں آتے ہیں اس ملعون ملکوں میں اس لیے کہ وہ اسے ایک آزاد ملک سمجھتے ہیں ۔ اور اپنے ملک کو ایک غلام ملک سمجھتے ہیں ۔ انگریزی نظام اگر یہ تھا تو کاش کہ ہمارے لوگوں نے یہ نظام ہی نافذ کردیا ہوتا تو پھر بھی ہم مشکلات سے نکل جاتے ۔ ہمارے نوجوان بھی آج برسر روزگار رہتے ۔ ہمارے بے روزگاروں کو بھی آج الاؤنس ملتا ۔ آج ہمارے ہاں بھی ہر شخص کا علاج ہوتا ۔ یہ چیزیں تو اسلام کی تھیں ۔ امیرالمومنین حضرت عمرفاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ لومات الکلب علی شط الفرات لکان عمرمسؤلاً عنہ ۔ ان لوگوں کو تو یہ باتیں انہوں نے سکھائی تھیں ۔ حضرت عمرؓ روتے تھے کہ آج اگر کوئی کتا دریائے فرات (عراق کے آخری سرے میں) بھوک سے مرجائے تو خدا اس کتے کے بارے میں بھی مجھ سے پوچھے گا کہ تمھاری مملکت میں کتے کو کھانا کیوں نہیں ملا ۔

انسان کا علاج تو بڑی بات ہے ۔ حضرت عمرفاروقؓ روتے تھے کہ کسی اونٹنی کو خارش کی بیماری اس کو لگتی تھی اس کو مالش کیلئے خارش کی بیماری کیلئے کوئی تیل وغیرہ نہ ملے اس اونٹنی کے بارے میں بھی اللہ تعالیٰ مجھ سے محاسبہ کریگا کہ اس کی علاج کا پورا بندوبست کیوں نہیں کیا تھا۔ اس نظام میں عوام کی سہولت اسکی تعلیم اسکے علاج اسکے رزق کا حکومت کفیل ہوتا ہے ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ فراہم کریگا ۔ ایک بچہ روتا تھا تو حضرت عمرؓ نے وظیفے جاری کردیئے ۔ آج امریکہ اور انگریز اس نظام کے نقش تک نہیں پہنچ سکتا تو ہمارے ہاں اگر ظالموں نے یہ نظام نہ بھی لایا ہوتا تو ترقی یافتہ مغربی دنیا سے تو کچھ اچھی چیزیں لے لیتے ۔

ہم ایسے ظالموں کے ہاتھ میں آگئے ہیں جنھوں نے اس نظام کی تحفظ کی کہ ان کا وڈیرا پن ان کی سرداری ختم نہ ہو ۔ ہم پر تعلیم کے ذریعے سیاست کے ذریعہ بھی وہی لوگ مسلط ہوگئے ہیں جو ان کے وائسرائے کے تحت کام کرتے تھے ۔ ان کے گورنروں کے بوٹ چاٹتے تھے جو ان کے جاگیردار تھے ، وڈیرے تھے یہ آپ دیکھ رہے ہیں پنجاب میں سرحد میں سندھ اور بلوچستان میں وہی خان بہادر اور جو خان سامے تھے اور خان ساموں کے صلے میں قوم سے غداری کرکے خان بہادر بن گئے وہ لوگ جمع ہوکر انہوں نے ایک ٹیم بنائی کہ اب یہاں سیاست کے نام سے جو بھی نظام چلے پارلیمنٹ کے نام سے جو بھی چلے ہمیں اس پر قابض رہنا ہے ۔ وہی مخصوص خاندان کے دوڈھائی سو افراد اس نظام پر قابض ہیں ۔ جو اسی جاگیردارانہ سسٹم اس کرپشن اسی لوٹ کھسوٹ کے محافظ ہیں ۔ کہتے ہیں کہ ملک آزاد ہوگیا ہے ۔ آزادی کا جشن مناؤ اور پچاس سال ہوگئے ۔ گولڈن جوبلی مناؤ سوسال بھی ہوگئے تو پھر اور کونسی جوبلی مناؤ گے ۔ یہ سب گپ شپ ہے ۔ میں علی الاعلان کہا کرتا ہوں ۔ پارلیمنٹوں میں بھی ان حکومتوں کو ان کے جلسوں میں بھی کہ خدا کی قسم کہ کیا تم آزاد ہوگئے ہو ؟ ۔

شریعت بل کے شکل میں عوام نے تبدیلی کی رائے دی :-

آزاد تو وہ قوم ہوتی ہے جو اپنے مرضی سے کچھ فیصلے کرسکتی ہے ۔ اپنا معاشی نظام اپنے مرضی سے بناسکتی ہے تم امریکہ کے غلام ہو اور تمھارے ریٹ اور نرخ تو مقرر کرتا ہے ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف ، تم اپنے تعلیمی نظام میں معمولی سی چینج بھی نہیں لاسکتے ۔ وہی بے دین کلرکوں کے بنانے کا انگریز کے بوٹ پالش کرنے والوں کا اوران کے وفادار بنانے کا وہی تعلیمی نظام ہے تم پچاس سال میں کوئی ایک فیصد تبدیلی بھی نہ لاسکے ۔ حقیقت یہ ہے کہ اس وقت بھی اسلام

نہیں تھا اور آج بھی اسلام نہیں ہے ۔ آپ کا اقتصادی نظام سارا سودی نظام کے ڈھانچے پر کھڑا ہے ۔ آپ کا سیاسی نظام پارلیمنٹوں کے نام نہاد جمہوریت کے نام پر ہے ۔ یہاں برطانیہ میں تو جمہوریت ہے وہاں تو جمہوریت بھی نہیں ۔ ہم عدالتی نظام چیلنج کرنا چاہتے ہیں کہ تم عدالت سے انگریز کے ڈیڑھ سو پرانے بنائے ہوئے لعنتی قوانین اٹھاکر باہر پھینک دو ۔ تمھارے پاس قرآن اور سنت کی شکل میں پورا ذخیرہ موجود ہے ۔ وہ کہتے ہیں نہیں مولانا یہ نہیں ۔ شریعت بل ہم نے پیش کیا بارہ سال جنگ لڑی آپ کو پتہ ہے اللہ نے ہمیں توفیق دی سینٹ میں وہ بل پیش کیا گیا ۔ بارہ سال لڑائی لڑ لڑکر خیبر سے کراچی تک سندھ تک ہم نے خاک چھانی ۔ دلائل کے ذریعے اتفاق رائے کرنے کے ذریعے صرف کراچی سے ہم نے ساڑھے پندرہ لاکھ محضرنامے اکھٹے کئے کہ ہمیں اسلام چاہیئے ۔ اور اس نظام کی حق میں رائے دی گئی ۔ اس میں بنیادی بات یہی تھی کہ موجودہ عدالتی نظام کا سارا ڈھانچہ ختم کردو ۔ اور اس کے بجائے آسان طریقہ قرآن وسنت کی رکھ دو ۔ اس کے مطابق فیصلے ہوں ۔

عدالتوں کی شرمناک صورتحال :-

یہ موجودہ نظام قصاص شہادت یہ سب جھوٹ اور فراڈ پر مبنی ہیں اور لمبی داستانیں ہیں ۔ یہ ہماری دنیا کے آنکھوں میں دھول جھونکتے ہیں ۔ ایک شخص بے روزگار ہے اکوڑہ خٹک کا اور بالکل جاہل ہے ، آن پڑھ ہے صبح جاتا ہے کچہری ، کام بھی اس کا کچھ نہیں ہے ۔ میں نے پوچھا یہ کیا کرنے جاتا ہے جب یہ صبح کچہری میں جاتا ہے ۔ تو ہر وہ مدعی یا مدعیٰ علیہ جس کی پاس گواہ نہ ہو وہ اسے عدالت میں پیش کرتا ہے اور جج کو معلوم ہے کہ یہ بدبخت تو ہر روز کئی دفعہ سامنے آتا ہے ہر کچہری میں یہی ہورہا ہے ۔ ایک شخص جو کہ ہیروئن پینے والا ہیں ۔ کوئی اسے اٹھاکر لے جاتا ہے کچہری میں۔ وہ اندر جاتا ہے اور جج کے سامنے کہتا ہے کہ ہاں میں گواہ ہوں وہ کاغذ بھر دیتا ہے کہ ضابطہ پورا ہوگیا ۔ آپ کے عدالتوں میں ایسے لوگ جاتے ہیں ۔ جج کو پتہ ہے وہ کہتا ہے کہ بس یہ نظام ہے مجھے فائل کا پیٹ بھرنا ہے ۔ یہ سب اس نظام کے کرشمے ہیں مذاق بنا ہوا ہے ۔ وکیلوں سے بارہا میں نے کہا کہ یہ سب کچھ کیا ہے ؟ ان کے سامنے آئینہ رکھا کہ قسم کھاؤ کیا ایسا ہے یا نہیں وہ سر جھکا دیتے ہیں لیکن وہ محافظ ہیں اس نظام کے کہ وہ عوام کا خون کیسے چوسیں گے ۔ دو دو تین تین نسلوں تک جھوٹ کو سچ ثابت کرنا کیا اس نظام کے ہوتے ہوئے آپ پاکستان کا تعمیری مستقبل ڈھونڈ سکتے ہیں ؟ سارا جگڑا ہماری جمعیت کا اور میرا یہی ہوتا ہے کہ بھائی پہلے اس نظام کو اٹھاکر باہر پھینکنے کی

بات کرو۔ مسلم لیگ کو کنویں میں پھینک دو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ پیپلز پارٹی کو اٹھاکر جہنم میں پھینک دو فرق نہیں پڑے گا۔ ان ساری پارٹیوں کو پہلے مجبور کرو کہ اس نظام کو اٹھاکر باہر پھینکنے کی جنگ لڑیں۔

جیل خانوں والا نظام نافذ ہے:۔

اگر اس نظام کو جب تک جوں کا توں قائم رکھا ہے تو مفتی محمودؒ اور مولانا عبدالحقؒ اور سمیع الحق سب ملکر پارلیمنٹ میں آگئے تب بھی ہم کوئی تبدیلی نہیں لاسکتے۔ اس نظام کے ہوتے ہوئے، نظام اگر وہی چلانا ہے تو کوئی بھی اس کے ذریعے تبدیلی نہیں لاسکتا جب تک کوئی پیغمبر آکر اس سارے نظام کو اٹھاکر سمندر میں پھینک دے جبکہ پیغمبروں کا حضوراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر خاتمہ ہوگیا ہے۔ یہ سراسر ایک ظالمانہ نظام ہے۔ وہ ایک قیدخانے کیلئے بنایا گیا تھا میں مثال دیتا ہوں کہ قید خانے جیل کے اپنے اصول وقواعد ہوتے ہیں جو قیدیوں کو مشقت میں رکھتے ہیں۔ مصروف رکھتے ہیں چکی پسواتے ہیں کہ یہ سرنہ اٹھاسکے چوبیس گھنٹے عذاب میں رہے، مصیبتوں میں رہے کہ بغاوت نہ کرسکے۔ تو ہندوستان ایک پورا قیدخانہ تھا اور اس کے سارے باشندوں کو اس نے ایسے نظام میں ڈالا گیا تھا کہ یہ صبح سے شام تک اسی طرح پستے رہیں۔ اور جب ملک آزاد ہوگیا تو قیدخانہ ختم ہوگیا۔ قیدخانے سے ہم نکال بھی دے گئے تو پھر تو جیل سے باہر ہمارے اور قوانین ہونے چاہئیں۔ دیکھئے پاکستان بن گیا لیکن قیدخانہ جوں کا توں وہی رہا۔ قوانین وہی رہے۔ نظام قیدی والا رہ گیا۔ تو کیا ہم آزاد ہوگئے۔ خدا کی قسم ہم آزاد نہیں ہوئے ہیں اور پسے جارہے ہیں۔ غلام ہوتے جارہے ہیں۔ اب پچاس سال گزرے تو اس میں تو اور شکنجہ کس لیاگیا۔

آئی ایم ایف ،ورلڈ بینک جو آپ کی روٹی، آپ کی بجلی، آپ کے پانی، آپ کے گیس یہ سب ان کے رحم وکرم پر ہوگئے ہیں۔ آپ کے کئی نسلوں تک یہ قرضے آپ نہیں اتارسکتے۔

کنواں گندسے بھرا ہو تو کیسے پاک ہوجائے:۔

اور میں مثال دیتا ہوں کہ ایک کنواں اللہ نے ہمیں دیا ہے۔ گھر میں وہ کنواں اب گندا ہے۔ ہمیں ایسا کنواں ملا کہ اس میں کتا پڑا ہوا تھا اور مولویوں کے پیچھے مسئلے پوچھتے جارہے تھے کہ پانی بدبودار ہورہا ہے۔ پانی تو خراب ہے۔ ایک مولوی کہتا ہے کہ بیس ڈول نکالو، دوسرا کہتا ہے کہ سو ڈول نکالو فلاں غلط کہتا ہے۔ میں صحیح کہتا ہوں۔ دوسری پارٹی آتی ہے کہ مسلم لیگ سے یہ کام نہیں ہوسکتا۔ میں دوسو ڈول نکالونگا لوگ کہتے ہیں چلو تم آجاؤ نکال دو۔ وہ پارٹی جب دو سو ڈول

نکال لیتی ہے تو اس سے بھی غلاظت میں کمی نہ آئی ۔ مگر کوئی یہ نہیں کہتا کہ کم بختو پہلے تو کنویں سے کتے کو نکال دو ۔ ہمارا یہی نقشہ ہے ۔ پہلے کتا نکال کر باہر پھینک دو پھر ڈول نکالو ۔ پھر کوئی بھی پارٹی آجائے کنواں صاف ہوگا تو ان پارٹیوں سے مسئلہ حل نہیں ہوگا ۔ ہم خود اس مصیبت میں لگے ہوئے ہیں علماء بھی ۔ کبھی ایک پارٹی کو سر پر بٹھاتے ہیں کبھی دوسرے کو اتارتے ہیں ۔ ہم سمجھتے ہیں چہروں کے تبدیلی سے شائد فائدہ ہوجائیگا ۔ ہم نے نواز شریف ، بے نظیر کو کئی دفعہ اتارا کئی دفعہ نواز شریف کو آخر میں نتیجہ وہی ہوتا ہے پر نالہ وہیں ہوتا ہے ۔

اسلامی نظام سے جہالت :-

ہم حیران ہیں کہ یا اللہ کیا کریں ، اب وہ جو آتے ہیں ان کیساتھ وہی نظام ہے ۔ وہی لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم ہے ، وہی کرپشن ہے ۔ کوئی احتساب نہیں ہے ۔ کوئی پکڑ دھکڑ نہیں ہے ۔ کوئی اصول نہیں ہیں ۔ کوئی نظام نہیں ہے ۔ تو کیسے مسئلہ حل ہوگا ۔ پچاس سال ہم نے اسی پر ضائع کئے نظام پر جب بات کرتے ہیں تو بد بختو کی سمجھ میں نظام نہیں آتا وہ کہتے ہیں یہ مولویوں کی باتیں ہیں ۔ نظام میں ان کو صرف یہی نظر آتا ہے کہ ہاتھ کٹینگے اور کوڑے لگینگے اور یہ ہوگا اور وہ ہوگا ۔ حال آنکہ اسلام ایک جامع وسیع نظام ہے ۔ خالق مطلق نے جواسے بنایا ہے کائنات کیلئے آخری نظام ہے ۔ اسکے اتنے شعبے ہیں ۔ اتنی تفصیلات ہیں ، ایسے بنیادی حقوق کا تحفظ ہے آپ ہزاروں سال لگے رہیں اس کی باریکیاں اس کی برکتیں اور حکمتیں ان جاہلوں کو تو ان کا علم نہیں ہے ، تجربہ بھی نہیں ہے ، نہ قرآنی قوانین کا علم ہے نہ شریعت کا وہ سمجھتے ہیں کہ شریعت صرف نماز پڑھنے کی بات ہے جبکہ شریعت ایک پورا نظام ہے اور یہاں کہیں بھی اس کی جھلک نظر نہیں آتی ۔

طالبان افغانستان نے نمونہ قائم کیا :-

افغانستان میں یہی حالات تھے کہ لوگ تنگ آگئے ایسے ظالموں کے ہاتھوں جن کو اللہ نے آزادی مجاہدین کی برکت سے دی مگر لیڈر سب باہمی جنگ میں مبتلا ہوگئے ۔ چار پانچ سال ان لیڈروں نے افغانستان کو برباد کردیا ۔ جیسے ہمارے ہاں سیاستدان ہیں آپس میں لڑ رہے ہیں ۔ اب یہ مسئلہ حل نہیں ہورہا ہے عوام تنگ آگئے ہیں ۔ یہی تو ان کے بچے تھے طالبان ، طالب علم تھے افغانستان کے یعنی سٹوڈنٹس تھے ۔ مدرسوں کے وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے سوچا کہ ان ظالموں نے بیڑا غرق کردیا ہماری اتنی بڑی قربانی اور جہاد ضائع کردیا وہ مجبوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور اللہ نے ان کی مدد اور نصرت کی اور ایسی نصرت کی کہ تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی ۔ وہ پندرہ لاکھ

شہریوں، مجاہدین کی قربانی کی لاج رکھنے کیلئے اللہ نے ان کو کامیابی سے نوازا۔ ان کے پاس نہ فورس ہے نہ پولیس ہے نہ چوکیاں ہیں۔ ایک اعلان کردیا کہ اسلامی قوانین یہاں نافذ ہونگے خبردار اب اسلامی سزا دی جائے گی۔ شرعی عدالتیں قائم ہوئیں۔ قاضی علماء وہ چند دنوں میں پوری تفتیش اور فیصلوں کرنے میں لگ گئے۔ چند دنوں میں فیصلہ ہوجاتا ہے۔ وہی افغانستان جوکہ کھنڈر بن گیا تھا یک ایک میل پر ڈاکوؤں نے قبضہ جمایا تھا۔ جگہ جگہ پھاٹک بنائے تھے۔ وہ ایسے بدمعاش تھے کہ گاڑی میں خوبصورت عورت اگر شوہر کے ساتھ ہوتی تھی وہ اسے اتار لیتے تھے اور باپ کیساتھ بیٹی ہوتی تھی وہ بھی اتار لیتے ہے۔ بھائی ساتھ ہے بہن کو غنڈہ کہتا ہے کہ یہ میری ہوگئی بس وہ روتا تھا کہ بدبخت اگر خواہ مخواہ لینی ہے تو نکاح تو کرلے کم ازکم۔ نکاح کیساتھ رکھ لے اس نے کہا نکاح میں نہیں رکھتا اس کیساتھ زنا ہی کرنا ہے۔ تو آخر اللہ تعالیٰ کا پیمانہ لبریز ہوگیا ایسے حالات تھے چمن سے قندھار تک نہیں جاسکتے تھے۔ جلال آباد سے کابل تک تصور نہیں کرسکتے تھے۔ اور انہوں نے اللہ کے دین کا صرف نام لیا کہ اب ٹھیک ہوجاؤ۔ تو مجھے تواتر سے معلوم ہوا ہے کہ سونے کا بھرا ہوا بریف کیس بھی اگر سڑک پر گر جائے اسی افغانستان میں تو صبح تک وہ پڑا رہتا ہے۔ ان کیساتھ وہاں ابھی فوج یا منظم قوت وغیرہ کچھ بھی نہیں۔ نہ چوکیاں ہیں حالت جنگ میں ہیں لیکن اللہ کے شریعت کے نفاذ کے نعرے سے لوگ ٹھیک ہوگئے ہیں۔ کابل شہر میں خاص اوقات کے بغیر باہر سے غنڈہ بھی نہیں گزر سکتا کہ رات دس بجے کے بعد کوئی طالب علم اسے پکڑے گا تو وہاں سفارش نہیں چلے گی۔ رشوت نہیں چلے گی۔ ایک کوڈ سسٹم ہے اور ہر روز ایک کوڈ سسٹم ایک لفظ تین بجے متعین کرلیتے ہیں کہ آج رات کا نام ہے "مسجد بلال" بس یہ لفظ تمام چوکیوں پر پہنچ جاتا ہے، اگر اس شخص کو معلوم ہے کہ مسجد بلال تو وہ جواب میں دوسرا جوابی کوڈ استعمال کرتا ہے مثلاً نماز۔ تب وہ گزر سکتا ہے اور اگر اس کو کوڈ معلوم نہیں ہے تو روک لیا جاتا ہے۔ تو پورا کابل شہر ایسے امن وامان میں ہے کہ دس گیارہ بجے کے بعد کوئی گڑبڑ نہیں کرسکتا۔ اگر کوئی ضرورت کیلئے جاتا ہو تو اس کو کوڈ معلوم ہوگا۔ یہ اللہ کی دین اور نظام کا ایک جھلک ہے

دشمن کو اسلامی نظام کا وزن معلوم ہے:۔

جس کا امریکیوں کو اندازہ ہے۔ ہم نہیں جانتے اس کو لیکن روس جانتا ہے، امریکہ جانتا ہے کہ مسلمانوں کے اس نظام میں کتنا زور ہے۔ آج اس لیے ٹارگٹ بنایا ہے امریکہ نے اس نظام کو کہیں بھی نافذ نہ ہونے دو۔ اس کے نئے ورلڈ آرڈر کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے اس اسلامی ورلڈ کو

اسلامی آرڈر سے خالی کرانا ہے اس سے مدرسوں کو، علماء کو، دینی قوتوں کو سب کو نشانہ بنایا گیا ہے۔ حکمران ان کے پٹھو ہیں خواہ حزب اختلاف والے ہیں یا حزب اقتدار والے وہ اب اپنے آپ کو ان کے رحم وکرم پر سمجھتے ہیں۔ مصر میں، الجزائر میں، سوڈان میں، پاکستان میں، افغانستان میں یہ ساری جنگ جاری ہوگئی ہے۔ وہ سمجھ چکا ہے کہ اس نظام میں جہاد بھی ہے اور جہاد کا نتیجہ افغانستان میں، امریکہ اور روس نے دیکھ لیا کہ چند سرپھروں نے ایک سپرطاقت کو تھس نہس کردیا اللہ اکبر کے نعرے سے، جہاد کے نعرے سے، امریکی صدر کلنٹن جب آیا تو اس نے پہلا انٹرویو جو دیا جو بعض نے براہ راست سنا تھا کہ اب ہمارے لئے سب سے بڑا مسئلہ روس کی سپرطاقت پسنے کے بعد مسلمان ہے اور اسلام ہے۔ وہ دن رات منصوبے بنا رہے ہیں کہ کہیں یہ نظام یہ شریعت مطہرہ نافذ نہ ہو۔ اس نے ہاتھ روک رکھے ہیں اسلامی ممالک کے۔ کوئی بھی اسلامی نظام کی طرف جاتا ہے تو وہ اس کو اٹھاکر باہر پھینک دیتا ہے اور ہمارے حکمرانوں کو اللہ رب العالمین پر ایمان نہیں ہے وہ امریکہ کے رحم وکرم پر اپنے آپ کو سمجھتے ہیں۔ کوئی مجاہد پیدا ہوچکا ہوتا تو نقشہ بدلا ہوتا۔

طالبان کے خلاف طوفان بدتمیزی :-

آج امریکہ طالبان کیساتھ کیا کرسکتا ہے چیخ رہا ہے، چلا رہا ہے روس کو بھارت کو سب کو ایک کردیا ہے، کہ ان کو روکو، ان کو ختم کرو، کہ یہ شریعت نافذ کررہے ہیں۔ پروپیگنڈے ہیں اور ننگ تڑنگ جو لوگ یہاں پھرتے ہیں قمیض شلوار اتارے ہوئے تو کیا اسلامی سٹیٹ میں طالبان لوگوں کو اتنا بھی نہیں کہا کریں گے کہ بی بی کم از کم نقاب میں رہنا چاہیئے۔ اگر اسلام کیلئے یہ بھی نہ کہہ سکے تو اس اسلام اور کفر میں فرق کیا رہ جائے گا۔ اسے یہ کہنا بھی جائز نہیں کہ بی بی جسم ڈھانپلو بس کاروبار بھی کرو، بازار بھی جاؤ۔ آج افغانستان کی بازاروں میں جاؤ بڑے بڑے برقعوں میں عورتیں خرید وفروخت کررہی ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اللہ نے اگر موقعہ دیا کہ تو ہسپتالوں میں ہر جگہ ان کو نوکریاں بھی دلوائینگے چالیس ہزار عورتوں کو تنخواہ گھروں میں بھیج رہے ہیں۔ تاکہ ان کے حقوق ضائع نہ ہوں، تو سارے یورپ کی کوشش ہے کہ کوئی صحیح نقشہ دنیا کے سامنے نہ آجائے۔ لیکن طالبان کہتے ہیں کہ ہم سے کیا چھین لے گا امریکہ ؟ وہاں کابل میں کچھ لوگ گئے تھے تو ایوان صدر میں جہاں حکمران بیٹھتے ہیں اور اکثر ان میں حقانیہ کے شاگرد ہیں انہوں نے کسی کو بازار بھیجا کھانا لائیں وہ کھانے کیلئے بازار گئے تو روٹی نہ ملی تو انہوں نے (نائب صدر) نے کہا کہ بھائی فکر کیا ہے ؟ رات والی روٹی لاؤ اسکو پانی میں بھگودو روٹی لائی گئی بھگو دیا اور اللہ کا شکر کرکے اسے کھالیا،

پھر کہا کہ امریکہ اس سے زیادہ ہم سے کیا چھین لے گا۔ آپ لوگوں سے تو سب کچھ اس نے چھین لیا ہے کہ ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف نے آپ کو غلام بنا رکھا ہے۔ آپ نے ہر آئٹم ان کی رحم وکرم پر چھوڑ دی ہے۔ ہمیں یہ لوگ تسلیم نہ کریں۔ صرف یہ سوکھی روٹی تو ہم سے نہیں چھین سکتے تو یہ سب کچھ قربانیاں دے پڑینگی اس نظام کیلئے تب ہمارے مشکلات حل ہونگے امریکہ سے اور نسانی قوتوں سے اپنے آپ کو آزادی دلانی ہوگی۔ اتنی آسانی سے یہ مسئلہ حل نہیں ہوگا۔ اللہ نے ہمیں اتنی بڑی قربانیوں کے بعد نعمت آزادی دی ہم نے اس کو بالکل فراموش کردیا ہے اور ناشکری کی اور ہر طرف کفران نعمت میں مبتلا ہوگئے۔

پاکستان میں ہمہ گیر انقلاب کی ضرورت :-

یہ مختصر گذارش تھی بہرحال ہماری تو یہی جدوجہد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو ملک ہمیں بڑی قربانیوں سے دیا ہے۔ اللہ اس کو اسلام کا گھوارہ بنا دے اور وہاں اسلام نافذ ہو، امن وامان قائم ہو اور ایسی خوشحالی کا دور دورہ ہوکہ ہر پاکستانی کیا کہ انگریز بھی وہاں آکر رزق کی تلاش کرے۔ اسلام کا ایک نمونہ بن کر دنیا کے سامنے ہو اور حقیقت میں پاکستان نے اتنی بڑی قربانیاں دی ہیں۔ رے خیال میں کسی تاریخ میں ایسا نہیں کہ لاکھوں افراد لٹ گئے ہوں ہجرت کرچکے ہوں لیکن سوں نے بالکل ایسی ناشکری کرکے دکھائی تو یہ افسوس ناک حالات ہیں اسی میں میرا یہی نظریہ ہے کہ اس موجودہ توڑپھوڑ اور الٹ پلٹ سے مسئلہ حل نہیں ہوگا ہم خود کئی مراحل سے گزرے تقریباً بیس، تیس سال سے لگے ہیں اس پارلیمنٹوں میں لیکن بات بنتی نظر نہیں آرہی ہے۔

طالبان جس کی قوت کو اللہ تعالیٰ نے موقعہ دیا کہ جو ظالم مسلط ہیں اور طالبان یہی تو یونیورسٹیوں یہی سکولوں اور یہی مدرسوں میں جو ہیں کوئی طاقت نکلے اور نجات دے۔ اب قوم بھی ہماری کچھ سمجھ گئی ہے وہ پچاس سال میں۔ جتنے لوگوں کو اعتماد تھا اب تک توقعات تھے ہم سب کو وہ چکناچور ہوگئے ہیں چند مہینوں میں اب لوگ حیران ہیں کہ ادھر بھی عذاب ادھر بھی عذاب ہے کہاں جائیں۔ خود لوگوں میں ایک خیال پیدا ہوگیا ہے کہ کوئی تیسری قوت ایسی آئے جو صالح قوت ہو دینی قوت ہو وہ قرآن وسنت کو ساتھ لے کر لائے اور ہم ان کی پیچھے جائیں۔ انشاء اللہ اس جانب فضا بن رہی ہے ہر طرف سے سب کو آزمالیا۔ علماء نے اس لیے جنگ نہیں لڑی کہ ہمیں اقتدار دیا جائے۔ ہم نے اس پچاس سال میں بنیادی طور پر ایک ہی مطالبہ کیا ہے۔ یہاں شریعت مطہرہ نافذ کرو۔ ہم تو وہ قوت نہیں ہیں جو ایک فریق ہے اقتدار کے۔ نہ اس خوش فہمی میں ہیں۔ کہ قوم

ہمیں اتنی تعداد میں منتخب کرائے گی کہ ہم کرسی پر بیٹھ جائینگے ۔ ہم تو یہ کوشش کرتے رہے ہیں کہ چلو کچھ اچھائی کیطرف چلے جائینگے ۔

قرآن وسنت کی بجائے اپنی حاکمیت کی فکر ۔

اور ہر ایک آنے سے پہلے وعدہ کرتا رہتا ہے علماء کو استعمال کرنے کے لیے ، کہ ہم آئینگے تو اسلامی نظام نافذ ہوگا ۔ اللہ کی حاکمیت ہوگی اور قرآن وسنت ، سپریم لاء ہوگا ۔ یہ آئی جے آئی کے زمانہ میں ہمارے ساتھ ہورہا ہے ۔ دو دفعہ نوازشریف نے پارلیمنٹ میں وعدہ کیا رمضان میں کہ ہم قرآن وسنت کو سپریم لاء بنائینگے ۔ ہم نے کہا کچھ تو گند ختم ہوجائیگا لیکن وہ وعدہ وعدہ رہا اب بھی آکر باقی ترامیم میں تو وہ لگ گئے اس میں لگ گئے کہ میں محفوظ ہوجاؤں مطلق العنان ہوجاؤں پارلیمنٹ کے اوپر لگام دی گئی صدر کو تنہا کردیا گیا ۔ میں اب بالکل وحدہ لاشریک لہ بن جاؤں ۔ ہم نے کہا اس کے بجائے قرآن وسنت کو حکمرانی دی ہوتی اور قرآن وسنت کو سپریم لاء بنانے کی ترمیم کی ہوتی تو اللہ تمھیں خود بھی محفوظ رکھتا اور یہ قوم بھی نجات پائے گی ۔ لیکن اللہ پر ان لوگوں کا ایمان نہیں ۔ کوئی اپنے آپ کو ہزار مطلق العنان سمجھے ۔ یہاں بڑے بڑے فرعون آئے ہیں ھامان اور مغل اعظم ، مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر ، مگر جب اللہ نے چاہا تو وہ منٹوں میں گئے ۔ تو خدا کی گرفت میں ہیں ہم سب ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نجات دے ۔ ان کو نجات کا راستہ دکھا دے ۔ اللہ کے نام پر لئے گئے اس ملک میں اس کا نظام نافذ ہو ۔

(وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین)

(XXXXXXXXXXX)

★ بقیہ صـ 29 سے

(۶) السخاوی ، شمس الدین محمد بن عبدالرحمان " الاعلام بالتوبیخ لمن ذم التاریخ " مطبعہ ترقی ، دمشق ۱۹۳۰ء

(۷) طفیل ہاشمی ، ڈاکٹر " مدوین طبقات " علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد ۱۹۸۸ء

(۸) فواد سیزگن ، " تاریخ التراث العربی " (ترجمہ الدکتور فھمی ابوالفضل) قاہرہ ۔

(9). Franz Rosenthal, History of Muslim, Historogroply Leiden 1968

(10) Enayclopeadsa Bertinica, Landon, 1943- 73

{}{}{}{}{}{}{}{}{}{}{}

پروفیسر محمد عزیز منہاس صاحب
شعبہ تاریخ ۔ گورنمنٹ کالج چکوال

طبقات نگاری میں مسلم مؤرخین کی خدمات

طبقات ۔ لغوی مفہوم :- طبقات " طبقۃ" کی جمع ہے ۔ یہ لفظ اسم مکان اور اسم زمان دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے ۔ اسم مکان کے لیے استعمال ہوتو اس کے معنیٰ ہیں " ایک جیسے" ایک دوسرے کے اوپر واقع ۔ ابن منظور لسان العرب میں لکھتے ہیں ۔

" الطبق غطاء کل شئی " والجمع اطباق ۔ وطبق کل شئی ماساواہ (۱) مثلاً قرآن مجید کی آیت مبارکہ ہے : الم ترکیف خلق اللہ سبع سموت طباقا (۲) اور اگر یہ لفظ اسم زمان کے طور پر استعمال کیا جائے تو اس کے معنیٰ " نسل" کے ہیں ۔ لغت نویس اس کا ایک مترادف " قرن" بتاتے ہیں ۔

جرمن مستشرق فرانزروزنتھال (Franz Rosenthal) طبقات کے لغوی معنیٰ بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے "

" The medning and develapment of word Tabaqah, are clear. Tabaqah means layer The transition to, People Belonging to one layer or class in the chronalogical ruccession of genoration is easily made. (3)

طبقہ اور قرن کی مدت زمانی کی تعین میں متعدد اقوال منقول ہوئے ہیں ۔ بعض کے نزدیک ایک سو بیس سال اور بعض طبقہ کی مدت بیس سال بتاتے ہیں ۔ (۴)

اصلاحی مفہوم :- طبقہ سے مراد ایک علمی یا معاشرتی مرتبہ کے لوگ یا ایک نسلی درجہ کے افراد ہوتے ہیں ۔ چنانچہ کتب طبقات مثلاً طبقات المحدثین ، طبقات الشعراء ، طبقات الفقہا ،

---

(۱) ابن منظور ، محمد بن مکرم المھدی لسان العرب ۔ دار صادر بیروت ۔ ۱۰ ۔ ۲۰۹

(۲) قرآن مجید سورت کے نام ۔ (۷۱ ۔ ۱۵) (۳) Franz Rosenthal, History of Muslim Historogrophy. Leiden, 1968, P 93

(۴) طفیل ہاشمی ، ڈاکٹر تدوین طبقات علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد ۱۹۸۸ء ، ص ۷ ۔

طبقات الاطباء وغیرہ کے مطالعہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان محدثین، شعراء، فقہا اور اطباء کا نسلاً بعد نسل یا رتبۃ بعد رتبۃ ذکر ہے۔ ایک زمانے سے متعلق لوگ بالعموم ایک طبقہ ہی میں شمار ہوتے ہیں۔ (۱)۔

تاریخ اور طبقات کا باہمی تعلق:- تاریخ سے مراد وقت بتاکر احوال وواقعات کو متعین کرنا، ہے۔ تاریخ کا دائرہ کار وسیع ہیں۔ ابتداء آفرینش کی حکایت، انبیاء کے واقعات، گذشتہ امم کی سرگزشت، مختلف اہم واقعات وحوادث، مصائب وآفات، امور سلطنت کے تذکرے، خلفاء وزراء کے حالات، جنگیں اور ملک وحکومت کا ایک دوسرے کی طرف منتقل ہونے کے واقعات، دفاع عامہ کے کام، نیز رواۃ اور ائمہ کے حالات زندگی، ان کی ولادت ووفات، صحت وعقل، حفظ وضبط، ثقاہت واتقان اور طلب علم کے لیے سفر وغیرہ ان تمام امور کا تعلق تاریخ سے ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس فن میں سارے زمانے کے واقعات سے بحث کی جاتی ہے۔ (۲) اور طبقات الرجال تاریخ کی انواع میں سے ایک اہم قسم ہے۔ ان کے باہمی تعلق وتفرق کے بارے میں سخاوی لکھتے ہیں

" میرے نزدیک دونوں میں عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہے۔ رواۃ کے حالات بیان کرنا دونوں کا مشترکہ وظیفہ ہے۔ لیکن دیگر حوادث ووقائع سے صرف تاریخ بحث کرتی ہے اور علم طبقات میں کسی شخص کا طبقہ متعین کیا جاتا ہے جو تاریخ کا وظیفہ نہیں ہے۔ مثلاً شرکاء بدر میں سے جس کی وفات اس شخص کے بعد ہوئی جو بدر میں شریک نہ تھا تو اگرچہ وہ وفات کے لحاظ سے متاخر ہے لیکن طبقہ کے لحاظ سے مقدم ہے۔ (۳)

قرآن وسنت میں تصور طبقات کی اساس:- تصور طبقات کی اساس قرآن مجید کی درج ذیل آیات میں تلاش کی جاسکتی ہے۔

(۱) والسابقون الاولون من المھجرین والانصار والذین اتبعوھم باحسانٍ رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ۔(۴)

اس آیت نے مہاجرین وانصار میں سے سابقین واولین اور ان کے اتباع میں داخلی درجہ بندی کی طرف اشارہ کیا ہے۔

---

(۱) طفیل ہاشمی، ڈاکٹر، تدوین طبقات، ص۔ ۱۱۔ (۲) السخاوی، شمس الدین محمد بن عبدالرحمن، الاعلان بالتوبیخ لمن ذم التاریخ، دمشق ۱۹۳۰ء، ص۔ ۷۔ (۳) السخاوی، شمس الدین محمد بن عبدالرحمن، ص۔ ۴۶
(۴) قرآن مجید سورۃ نمبر ۹ : ۱۰۰

(۲). لایستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقتل، اولیک اعظم درجہ من الذین انفقوا من بعد وقتلوا (۱). اس آیت نے فتح مکہ سے پہلے اور بعد کے طبقات میں واضح خط امتیاز کھینچ دیا ہے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متعدد احادیث میں بھی یہ امتیازات موجود ہیں۔ مثلاً

الف۔ لایدخل النار احد من بایع تحت الشجرۃ۔ (۲)

ب۔ لاھجرۃ بعد الفتح۔ (۳) (ج) خیرالقرون قرنی ثم الذین یلونھم، ثم الذین یلونھم (۴)

ابن عبدالبر نے انہی آیات وروایات کی بنیاد پر صحابہ کرامؓ کے درج ذیل طبقات متعین کیے ہیں۔

(الف) ہجرت مدینہ سے پہلے کے مسلمان۔ (ب) ہجرت کے بعد اور غزوہ بدر سے پہلے مسلمان۔

(ج) غزوہ بدر اور صلح حدیبیہ کے درمیانی عرصہ کے مسلمان۔ (د) صلح حدیبیہ کے بعد اور فتح مکہ سے پہلے کے مسلمان۔ (ذ) فتح مکہ کے بعد کے مسلمان۔ (۵)

طبقات نگاری کے اسالیب:- طبقات نگاری میں بالعموم چار اسالیب اختیار کیے گئے۔

(۱). پہلا انداز جو طبقات نگاری کا حقیقی انداز ہے اور طبقات کے لغوی مفہوم سے بھی مطابقت رکھتا ہے۔ یہ تھا کہ نسلوں کے اعتبار سے طبقات کی تعین کی جائے۔ چنانچہ طبقات ابن سعد میں یہی اسلوب پیش نظر رکھا گیا۔ (۲). لیکن نسلوں کے اعتبار سی طبقات میں ترتیب عملاً دشوار تھی اور جلدی سے کسی شخص کے حالات تلاش کرنے میں دقت پیش آتی تھی۔ لہذا اس ترتیب کو باقاعدہ بنانے کے لیے یکساں طوالت کے زمانوں کو یکجا کر دیا گیا۔ اور ہر زمانے کے اندر ایک ترتیب اختیار کی جاتی تھی جو عموماً حروف ھجاء کے مطابق ہوتی۔ اس میں بعض تالیفات میں صدیوں کا حساب رکھا گیا ہے۔ جیسا کہ ابوعبدالرحمان محمد بن حسین السلمیؒ کی طبقات الصوفیہ ہے اور بعض تالیفات میں صدیوں کے بجائے بیس بیس سال کی مدت لی گئی ہے۔ جیسے تقی الدین بن قاضی شھبہ کی طبقات الشافعیہ ہیں۔ (۳). بعض تالیفات میں طبقات کا تعین وفیات سے کیا گیا اور اس وجہ سے بسااوقات یہ ہوجاتا رہا ہے کہ ایک شخص ایک طبقہ میں شامل دوسرے لوگوں کے درجہ کا نہیں ہے۔

---

(۱). قرآن مجید سورۃ نمبر ۵۷: ۱۰۰ (۲). الترمذی، الجامع ترمذی، مطبعۃ ___ القاھرہ۔ ۱۹۳۱ء کتاب مناقب ص ۵۸۰۔ (۳). البخاری، محمد بن اسماعیل۔ الجامع الصحیح۔ القاھرہ، ۱۹۵۴ء کے کتاب المغازی، ص ۳۱۴

(۴) البخاری، محمد بن اسماعیل، فضائل اصحاب النبی، ص۔ ۱۷۔ (۵). ابن عبدالبر۔ یوسف بن عبداللہ، الاستیعاب فی اسماء الاصحاب۔ القاھرہ۔ ۱۳۵۷ھ، ص۔ ۶

لیکن اس کی وفات اس طبقہ کے لوگوں میں ہوگئی ہے۔ اس لیے وہ اس طبقہ میں شامل سمجھا جاتا ہے اسکی مثال تاج الدین عبدالوہاب ابن السبکی، کی طبقات الشافعیہ ہے۔ (۴) مذکورہ بالا تینوں اسالیب کی کتب طبقات سے استفادہ میں دقت پیش آتی تھی۔ چنانچہ اس سے بچنے کے لیے طبقاتی کتب کو حروف معجم کی ترتیب پر مدون کیا جانے لگا۔ یہ طریقہ متاخر عہد میں بہت مقبول ہوا۔ اگرچہ یہ طبقہ کے صحیح مفہوم سے بہت بعید تھا۔ اس کا اظہار کتاب کے نام میں کوئی اضافہ کر کے کیا جاتا تھا۔ اس انداز کی قدیم ترین تصنیف غالباً عثمان بن سعیدالدانی کی تاریخ، طبقات القراء ہے۔ اس انداز پر بعد میں بکثرت کتابیں لکھی گئیں۔ (۱)

طبقات نگاری میں مسلمانوں کے کارہائے نمایاں:- طبقات نگاری و تاریخ کو حسن جاوداں اور بقائے دوام بخشنے کا سہرا مسلمان قوم کے سر ہے۔ تاریخ کو حقیقت پسندی کا رنگ پہنے والے مسلمان ہی ہیں۔ یورپ میں تحریک احیائے علوم کا پس پردہ مسلم ترقی علوم کا بہت بڑا حصہ ہے۔ یہ ایک روح پرور داستان ہے کہ مسلمانوں کا ماضی نہایت تابندہ ہے۔ اس قوم نے کتنے شہاب پیدا کیے جنھوں نے اپنی ضیاپاشیوں سے ظلمات کے باسیوں کو ذوق تنویر سے منور کردیا۔ انہوں نے علمی خزانوں کو اتنی وسعت بخشی کہ ان کا احاطہ ناممکن ہوگیا۔ چنانچہ آج ہم مسلمانوں کے علم وادب پر نظر ڈالیں تو یہ بات روزروشن کی طرح عیاں ہوجاتی ہے کہ تاریخ عالم مسلمانوں کے ہی تاریخی سرمایہ کی مرہوں منت ہے۔ مسلمان مؤرخین نے تو اپنی زندگیاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحابہ کرامؓ اور دیگر دنیاوی، مذہبی، سیاسی راہنماؤں کی متنوع سرگرمیوں اور کارناموں کو جمع کرنے میں وقف کردیں۔

صرف مسلمانوں کا فن:- فن تاریخ وطبقات نگاری مسلمانوں کا خصوصی فن ہے۔ انہوں نے ہی اسے ایک باقاعدہ فن کا درجہ دیا۔ اس کے اصول وضوابط مرتب کیے۔ مسلمانوں نے تاریخی روایات اور خرافات وقصہ کہانیوں کے مابین فرق کو واضح کیا۔ روایات تاریخی کو پرکھنے اور کھری وکھوٹی کے مابین فرق کرنے کا طریقہ ایجاد کیا۔ اس فن میں ابن قتیبہ، ابن خلکان، ابن خلدون، ابوالغداء جیسے یگانہ روز ماہرین پیدا ہوئے۔ اسلام سے پہلے تاریخی روایات اور قصہ کہانیوں کے درمیان کوئی امتیاز قائم نہ تھا۔ یونان کے افسانے، مصری کہانیاں، ہندوستانی دیومالا اور چینی افسانے

---

(۱) طفیل ہاشمی، ڈاکٹر، تدوین طبقات۔ ص ۲۱

اس کی زندہ مثالیں ہیں ۔ کون کہہ سکتا ہے کہ ہنومان جن کے قصے ، مہا بھارت کے افسانے اور یونان روما کی روایات کسی معنیٰ میں بھی تاریخ کہے جانے کے مستحق ہیں ؟ ۔ اس کے برخلاف اسلامی مؤرخوں نے بڑی سختی کے ساتھ ایسے حقائق کو جانچ پڑتال کر کے تاریخ سے بدگوشت کی طرح کاٹ کر پھینک دیا ۔ اور تاریخ نویسی کا ایک ایسا محکم و عظیم الشان معیار قائم کیا کہ جو آج تک دنیا کی ہر قوم کے لیے مشعل ہدایت کا کام کر رہا ہے اور آج بھی دنیا کا کوئی مؤرخ ابن خلدون اور ابوالغداء کے احسانات سے سبکدوش نہیں ہو سکتا ۔ حقیقت یہ ہے کہ خالص طبقات نگاری اور اس نوعیت کی کتب کے اولین مؤرخین صرف مسلمان ہی ہے اور وہی اس فن کے موجد ہیں ۔ فاضل مستشرق فرانز نتھال لکھتا ہے :

" The Tabaqat division is genuinely Islamic. It would seem to be the oldest chrawlogical division which presented its elf to muslim historical thinking(1)

اسلامی تاریخ میں طبقات نویسی کی مختلف شکلیں رائج رہی ہیں ، ان کا دارہ کار بڑا وسیع ہے ۔ اس سلسلے میں السید فھمی ابوالفضل نے فواد سیزگن کی کتاب " تاریخ التراث العربی " کے عربی ترجمہ کے مقدمہ میں بڑی تفصیلی انداز میں روشنی ڈالی ہے اور مؤلفین کی جہود کو خراج تحسین پیش کیا ہے ۔ یہ بیان کرنے کے بعد کہ پہلے بالترتیب قرآن مجید اور حدیث نبویؐ کی جمع وتدوین کی گئی بعدازاں شعرولغت کی تدوین کی طرف توجہ دی گئی ۔ لکھتے ہیں :

" ومالبث المؤلفون ان حاولو التاریخ لھذا الجھود فصنفوا کتب الطبقات المتنوعۃ المشارب ، المختلفۃ الماصد ، العدیدۃ الانواع والاشکال ، فارخوالعلماء والادباء والشعراء وجمعواھم فی سلاسل وطبقات مختلفۃ ، طبقات نقدیہ ، واخری زمنیۃ وثالثۃ مکانیۃ بل وبعضھا تحت اسماء اوصفات موحدۃ اومختلفۃ التی اخرھذہ التقسیمات التی تمتاز بھاکتب الطبقات ، والتی بذل مؤلفوھا فیھا جھود اتفوق الوصف" ۔ (۲)

طبقات پر اہم اصناف اور ان کا تعارف :۔ السخاوی نے " الاعلان بالتوبیخ " (۳) میں ستائیس اصناف تاریخ کا ذکر کیا ہے ۔ لیکن ان میں بعض تاریخ عام رجال ، بلدان طبقات وغیرہ پر لکھی گئی ہیں ان میں کوئی ترتیب نہیں ہے ۔ تاہم ان میں تقریباً ۱۰ اصناف ایسی ہیں جنہیں بطور خاص

---

(1). Franz Rosethal, Hisrory of Muslim Historoglopy, P-93

(۲). فواد سیزگن تاریخ التراث العربی ، (ترجمہ الاکتور فھمی ابوالفضل) القاھرہ ، ۱۹۷۱ء ج ۔ ۱ ، ص ۱

(۳). الخادی الاعلان بالتوبیخ ۔ ص ۸۸

قرون وسطیٰ کے مسلم مؤرخین نے طبقاتی ادب کا موضوع بنایا ہے۔ ذیل میں ہم ان اصناف کے حوالے سے اہم تالیفات کا تذکرہ کرتے ہیں جس سے یہ معلوم ہوسکے گا کہ مسلمان مؤرخین نے طبقات نگاری میں کس قدر عظیم الشان کام کیا ہے۔

طبقات المحدثین والرواۃ :- اسماء الرجال کا مکمل فن احادیث کی صحت و سقم کی تحقیق کیلئے وجود میں آیا۔ اس لیے رجال حدیث پر مختلف انداز سے متنوع کتابیں مدون کی گئیں۔ جن میں سے ایک کثیر حصہ ان کتابوں کا ہے جو صحابہ کرامؓ کے حالات پر لکھی گئیں۔ بعض مؤرخین نے صرف تابعین کو اپنی تالیفات کا موضوع بنایا۔ رجال حدیث میں کچھ تالیفات طبقات کے اسلوب پر مرتب کی گئیں جن میں مؤرخین نے رواۃ حدیث کے متراجم طبقہ بعد طبقہ بیان کیے۔ ان میں سے چند اہم اور مشہور کتب حسب ذیل ہیں۔

(الف) الطبقات الکبریٰ :- محمد بن سعد بن منیع کاتب الواقدی کی تالیف ہے جس میں مکرر تراجم کو چھوڑکر تین ہزار افراد کے حالات زندگی بیان کیے گئے ہیں۔ یہ کتاب ۸ جلدوں میں طبع ہوئی۔

(ب) کتاب الطبقات :- ابو عمرو خلیفہ بن خیاط بن خلیفہ الشیبانی المعروف بشباب کی تالیف ہے جو اٹھ اجزاء پر مشتمل ہے۔ خلیفہ بن خیاط، امام بخاری کے شیوخ میں سے ہیں۔

(ج) طبقات التابعین :- امام مسلم بن حجاج القشیری کی تالیف ہے۔

(د) کتاب الطبقات فی الاسماء المفردۃ :- ابوبکر احمد بن ہارون بن روح کی تالیف ہے۔ جو آذربیجان کے قصبہ بردیج کی طرف منسوب ہونے کے باعث البردیجی کہلاتے ہیں۔ یہ کتاب بعض صحابہ، تابعین اور اصحاب حدیث کے اسماء سے متعلق ہے۔

(ذ) کتاب التابعین :- محمد بن حبان بستی کی تالیف بارہ اجزاء میں تھی۔ اس کے علاوہ ابن حبان نے اتباع التابعین اور تباع التبع پندرہ پندرہ اجزاء میں لکھیں۔

(ر) طبقات المحدثین والرواۃ :- ابونعیم احمد بن عبداللہ بن احمد الاجہانی، حلیۃ الاولیاء، طبقات الاصفیاء کے مصنف ہے۔

(ز) طبقات الحفاظ :- شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان اندھبی کی تالیف ہے۔ یہ کتاب صحابہ کرام سے لے کر مؤلف کے دور تک کے حفاظ حدیث کے تذکرہ پر مشتمل ہے۔ حفاظ حدیث کو گیارہ طبقات پر تقسیم کیا گیا ہے۔ (۱)

---

(۱) طفیل ہاشمی ڈاکٹر، تدوین طبقات ص: ۳۰، ۳۱

۲ **طبقات الفقہاء** :- طبقات فقہاء پر دو زاویوں سے کتب تالیف کی گئیں ۔ کچھ کتابیں عام فقہا سے متعلق ہیں ۔ خواہ وہ کسی بھی فقہی مکتب فکر سے تعلق رکھتے ہوں ۔ جب کہ دوسری قسم ایک متعین فقہی مسلک کے فقہا کے طبقات پر ہے ۔ اول الذکر میں ایسی فقہی مذاہب کے فقہاء اور ان کے تراجم کے بارے میں درج ذیل کتاب طبقات مشہور ہیں ۔

(۱) **طبقات فقہا شافعیہ** :- متعین فقہی مسلک کے فقہاء میں سب سے پہلے مشہور فقہی مسالک کے فقہا میں سب سے پہلے شافعی مسلک کے فقہا کے طبقات پر تالیف کتب کا آغاز ہوا اور پہلی کتاب ابو حفص عمر بن علی نے طبقات الشافعیہ پر لکھی ، لیکن سب سے زیادہ مشہور کتب تاج الدین عبدالوہاب بن علی بن عبدالکافی السبکی نے طبقات الشافعیۃ پر تین کتابیں لکھیں ۔ طبقات الشافعیہ الکبریٰ ، الطبقات الوسطی ، الطبقات الصغریٰ اول الذکر کے بارے میں خود مؤلف لکھتا ہے ۔

" انزلت الشافعیہ فی طبقات ور تبتھم سبع طبقات وکل حاۃ عام طبقہ ، فذکر فیہ ترجمۃ الرجل مستوفاۃ علی طریقۃ المحدثین والا دباءَ (۱) پھر قاضی تقی الدین ابوبکر بن احمد ابن شہبہ کے طبقات شافعیہ لکھی جو ۲۹ طبقات پر مرتب کی گئی ۔ (۲)

۲ **طبقات فقہا حنفیہ** :- طبقات حنیفہ فقہاء پر مستقل کتابیں بہت بعد کے ادوار میں لکھی گئیں ذخیرہ کتب طبقات میں طبقات الحنفیہ پر پہلی کتاب ، عبدالقادر بن محمد القرشی کی ، الجواہر المضیۃ فی طبقات الحنیفۃ ہے ۔ ابن شہبہ اگرچہ شافعی المسلک تھے تاہم انہوں نے بھی طبقات الحنفیہ لکھی ۔ طاش کبری زادہ ، الطبقات السنیہ فی تراجم الحنفیہ لکھی ۔ برصغیر میں عبدالحیَ لکھنوی نے الفوائد البھیہ فی تراجم الحنیفۃ کے نام سے کتاب لکھی ۔ (۳)

۳ **طبقات فقہا مالکیہ** :- فقہا نے مالکیہ پر درج ذیل اہم کتب لکھیں ۔

قاضی عیاض ، کی ترتیب المدارک وتقریب المسالک لمعرفۃ اعلام مذھب مالک ، ہے ۔ عبداللہ بن محمد ابی دلیم القرطی کی کتاب الطبقات فیمن روی عن مالک اتباعھم من اھل الامصان ہے ۔ ابن عبدالعزیز نے معاجم اعلام الفقہاء لکھی ۔ ابن فرحون نے الدیباج المذھب فی معرفۃ اعیان علماء المذھب لکھی ۔

---

(۱) السبکی ، تاج الدین عبدالوہاب بن علی طبقات الشافعیہ المکتبۃ المصر ۱۳۲۴ھ جلد ۱۰۹

(۲) طفیل ہاشمی ، ڈاکٹر تدوین طبقات ، ص : ۳۶ (۳) طفیل ہاشمی ڈاکٹر ، تدوین طبقات ، ص ۳۷

۴ طبقات فقہا حنابلہ :- طبقات فقہا حنابلہ کے بارے میں ابوعلی ابن البناء الحسن بن احمدالبغداوی نے طبقات الفقہاء کے نام سے لکھی۔ ابی یعلی الحنبلی نے طبقات الحنابلہ لکھی۔ ابراھیم بن محمد مفلح الرامنی المقدسی، طبقات اصحاب الامام احمد کے نام سے کتاب لکھی۔

طبقات القضاۃ :- قضاۃ پر غالباً سب سے پہلی کتاب ابوعبید معمر بن المثنیٰ البصری نے اخبار قضاۃ بصرہ کے نام سے لکھی۔ اس کے بعد وکیع محمد بن خلف نے اخبارالقضاۃ تالیف کی۔ قضاۃ مصر پر ایک کتاب الجبزی نے لکھی۔ الواسطی نے اخبار القضاۃ والشھود کے نام سے کتاب لکھی۔ اندلس کے قضاۃ سے متعلق ابوالحسن علی بن عبداللہ بن الحسن النباھی۔ تاریخ قضاۃ اندلس لکھی۔

طبقات القراء :- طبقات القراء پر پہلی کتاب خلیفہ بن خیاط المعروف لشباب نے لکھی۔ اس کے بعد ابن المناوی نے" افواج القراء " کے نام سے کتاب لکھی۔ آپ تفسیروقراء ۃ کے عالم تھے۔ کہاجاتا ہے کہ آپ نے علوم قرآن پر چارسو کتابیں لکھیں۔ الدانی نے طبقات القراء تالیف کی۔ مشہور مؤرخ شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد اندھبی نے تاریخ کبیر سے اخذ کرکے طبقات القراء لکھی۔ جس میں قراء کو سترہ طبقات میں تقسیم کیا۔ (۱)

طبقات المفسرین :- حیرت کی بات ہے کہ قرون وسطیٰ میں جس قدر زیادہ تفسیرقرآن پر کتابیں تالیف کی گئی، اسی قدر طبقات مفسرین کےموضوع پر کم توجہ دی گئی حتیٰ کہ اسلامی عہد کی پہلی نوصدیوں میں اس موضوع پر کوئی کتاب نہیں ملتی۔ سب سے پہلے علامہ جلال الدین سیوطی نے طبقات لمفسرین کے نام سے حروف مجم کی ترتیب سے کتاب لکھی۔ اس کے بعد ابوسعید ضع اللہ الکوزہ کنانی نے طبقات المفسرین لکھی۔

طبقات لنحاۃ واللغویین :- طبقات النحاۃ پر سب سے پہلی کتاب طبقات النحاۃ البصرین کے نام سے ابوالعباس محمد بن یزید المبرد نے لکھی۔ ابوجعفر النحاس احمد بن محمد المعری نے بھی طبقات النحاۃ پر کتاب لکھی۔ ابوبکر محمدابن حسن الزبیدی نے طبقات النحوین واللغویین حالات جمع کردیے۔ جلال الدین سیوطی نے متقدین کی تالیفات کے تمام معلومات سات جلدوں میں جمع کیں۔ پھرانکی ایک جلد میں تلخیص کی۔ پھراس تلخیص کو مختصر کیا۔ اور اسکا نام بغیۃ الوعاۃ فی طبقات اللغویین والحاوۃ رکھا (۲)

طبقات الشعراء والادباءَ :- صنف طبقات میں طبقات الشعراء والادباء السیا موضوع ہے۔ جس پر سب سے زیادہ اور متنوع کتابیں لکھی گئیں۔ عربوں کی شعرو شاعری سے شغف کی تاریخ

(۱) طفیل ہاشمی ڈاکٹر، تدوین طبقات، ص۔ ۴۲ : ۴۳ (۲). طفیل ہاشمی ڈاکٹر، تدوین طبقات، ص : ۴۳

طویل بھی ہے اور بھرپور بھی جس کا فطری نتیجہ تھا کہ جب انہوں نے طبقاتی صنف ادب کی طرف توجہ مبذول کی تو طبقات الشعراء پر تالیفات کے انبار لگادے۔ حاجی خلیفہ نے ان بے شمار کتابوں کے علاوہ جو کشف الظنون کے مختلف صفحات پر اپنے ناموں کی ترتیب سے مذکور ہیں۔ صرف طبقات الشعراء پر ۴۷ کتابیں بنائی۔ طبقات الشعراء پر مشہور کتب یہ ہیں۔ ابن قتیبہ کی " طبقات الشعراء " یا الشعروالشعراء، ابن المنجم کی البارع فی اخبار الشعراء المولدین۔ تالیف کی۔ جس میں ایک سو اکسٹھ (۱۶۱) شعراء کے تراجم اور منتخب اشعار جمع کیے۔ الثعالبی نے یتیمۃ الدھر محاسن اہل العصر مدون کی۔ الموصلی نے عقود الجمان فی شعرالزمان لکھی۔ اندلس میں شعراء کے حالات کے لیے عثمان بن ربیغہ الاندلسی نے طبقات الشعراء بالاندلس لکھی۔ یاقوت الحموی نے ارشاد الاریب الی معرفت الادیب کے نام سے ایک صحیح کتاب معجی دائرۃ المعارف تیار کی۔

طبقات الصوفیۃ والزہاد :- طبقات صوفیاء پر غالباً پہلی کتاب محمد بن علی الترمذی کی ہے۔ اس کے بعد المغرب کے ایک تذکرہ نگار ابوالعرب محمد بن احمد بن تمیم التمیمی، المغربی نے طبقات عبادۃ افریقیہ لکھی۔ ابوعبدالرحمن محمد بن الحسین السلمیٰ نے طبقات الصوفیہ لکھی۔ یہ کتاب پانچ طبقات پر مشتمل ہے اور ہر طبقہ میں بیس شیوخ کا ذکر ہے۔ ابونعیم الاصبہانی نے حلیۃ الاولیاء فی طبقات الاصفیاء مدون کی۔ جو چار ہزار صفحات پر پھیلی ہوئی آٹھ سو زیادہ کے متراجم پر مشتمل ایک ضخیم کتاب ہے۔ قاسم بن محمد بن احمد الالغاری، القرطبی نے اخبار صلحا، الاندلس تالیف کی۔ ابن الملقن عمر بن علی الشافعی نے طبقات الاولیاء لکھی۔ ابوبکر عبداللہ بن محمد المالکی نے افریقہ کے رہنے والے عابدوں پر ایک کتاب لکھی جس کا نام " ریاض النفوس فی طبقات علماء القروان وافریقہ ومایلیھا من بلدالنہاروامراسیھا وحصونہاوسواحلہا وعبادھم ونساکھم وفضائلھم وتاریخھم رکھا۔ (۱)

طبقات الاطباء والحکماء :- مسلمان مؤرخین نے دیگر طبقات کی طرح طبقات الاطباء والحکماء پر بھی کتب لکھی۔ اگرچہ اس درجہ احتیاط، ملحوظ نہ رکھی گئی۔ مگر پھر بھی اس فن سے متعلق دیگر تراجم وغیرہ بھی جو دستیاب ہوسکیں، کتب لکھیں۔ ذیل میں سے اہم یہ ہیں۔

(۱) **تاریخ الاطباء والحکماء** :- اسکندریہ کے یحیی النحوی نے تاریخ الاطباء والحکماء کے نام سے ایک کتاب لکھی۔ اسحاق بن حنین نے اس کتاب کا عربی میں ترجمہ کیا۔ یحیی بالتزام، اطباء کی عمریں ان

---

(۱) طفیل ہاشمی ڈاکٹر، تدوین طبقات، ص: ۵۲۔ ۵۳

کی مدت تعلیم و تعلم، شاگردوں اور اولاد کے نام بتاتا ہے۔

(۲) اخبار الاطباء:- اخبار الاطباء یوسف بن ابراھیم بن الدایہ کی تالیف ہے۔

(۳) الفہرست:- الفہرست جیسا کہ اسکے نام سے ظاہر ہے تراجم یا طبقات کی کتاب نہیں ہے۔ لیکن محمد بن اسحاق بن الندیم نے اپنی کتاب کا ایک طویل باب، فلاسفہ، مناطقہ، مھندسین اہل حساب، موسیقیں اور اطبار کے احوال وکوائف اور انکی تالیفات کے لیے وقف کیا ہے۔ نیز یہ کتاب اسلام کی پہلی چار صدیوں میں علوم وفنون کی ترقی کا جائزہ لینے کے لیے اولین اور مستند ترین ماخذ ہے۔

(۴) طبقات الاطباء والحکماء:- ابوداؤد سلیمان بن حسان ابن جلجل نے طبقات لاطباء والحکماء تدوین کی۔ اس نے ۴۵ سال کی عمر میں یہ کتاب مرتب کی۔ جو اسلامی مغرب میں اپنی نوعیت کی پہلی کتاب ہے۔ ابن جلجل نے ستاون (۵۷) اطباء وحکماء کے حالات درج کیے ہیں۔ (۱)

اخبار العلماء باخبار الحکماء:- جمال الدین ابوالحسن علی بن یوسف بن ابراہیم الشیبانی القفطی نے تارخ الحکماء کے نام سے معجمی انداز میں ایک مستند کتاب مرتب کی۔ اس کتاب میں چار سو گیارہ فلسفیوں، طبیبوں۔ ریاضی دانوں اور ماہرین فلکیات وغیرہ کے سوانح حیات ملتے ہیں۔

عیون الانباء فی طبقات الاطباء:- اطباء وحکماء کے طبقات پر سب سے جامع اور ضخیم کتاب موفق الدین ابوالعباس، احمد بن القاسم بن خلیفہ، المعروف بابن ابی صیبعہ کی عیون الانباء فی طبقات الاطباء ہے۔ کتاب پندرہ ابواب پر مشتمل ہے۔ مغربی محققین نے بھی اس کتاب سے استفادہ کیا ہے۔ خصوصاً جارج سارٹن نے اپنی کتاب تاریخ مقدمہ سائنس میں اس کے جابجا حوالے دیئے ہیں۔ (۲)

تراجم عامہ:- تراجم وطبقات نگاری کا فن مسلمان مؤرخین کی ایجاد ہے۔ جس کی بنا پر مسلمان اپنے اسلاف کے عظیم کارناموں کو جان سکتے ہیں۔ اور انہی کے افکاری خیالات پر اپنی فکر کو مرتب کرسکتے ہیں۔ تراجم وطبقات نگاری کی اہمیت کا مستشرقین نے بھی اعتراف کیا ہے۔ "دائرۃ المعارف البرطانیہ" میں مسلم تاریخ نگاری پر فرانز روز نتھال اپنے مقالے میں تراجم کی اہمیت کے بارے میں لکھتا ہے۔

طفیل ہاشمی ڈاکٹر، تدوین طبقات، ص:۱۷۔ (۲) تدوین طبقات۔ ص:۷۹

" One of the peculiaritier of Muslim .historogrophy was the libing for Encyclopaedac detican aries of fomous men. The carliest of these were devoted to the campanions of Muhammad and to the carry transmittersof the Muslim tradition for a thousand years cxtremely diversc types of biographical callections have cantinved toapper in the Muslim world. Those devoted to religiousscholars attained a particulary wide diffusion. (I)

تراجم پر مختلف کتب لکھیں گئیں ۔ جن میں ابن ایار کی الحلة السیر ہے جو امراء خلفاء وزراء اور اعیان حکومت کے تراجم کا مجموعہ ہے اور ایک اہم تالیف وفیات الاعیان، ابن خلکان کی ہے جو آٹھ سو پچیس (۸۲۵) افراد کے تراجم پر مشتمل ہے۔

شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان الذھبی نے تاریخ وتراجم پر متعدد ضخیم کتابیں مرتب کیں۔ جن میں سے تاریخ اسلام کو دس دس سال کے طبقات پر تقسیم کیا۔ البتہ سیراعلام النبلاء میں درجہ بندی اس سے بہتر ہے۔ اس کتاب کا مطبوعہ نسخہ تیرہ مجلات اور پینتس (۳۵) طبقات پر مشتمل ہے (۲)

الغرض طبقات وتراجم کا موضوع ایسا ہے کہ ابتداء عہد تدوین سے لے کر دورحاضر تک مسلم مؤرخین نے اس کو بطور خاص اپنی تحقیق کا موضوع بنایا۔ اور مندرجہ ذیل بالاحقائق اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ اس فن میں اس کی خدمات بے مثل بے نظیر ہیں۔

کتابیات

(۱). ابن عبدالبر، یوسف بن عبداللہ " الاستیعاب فی اسماء الاصحاب، القاہرہ سنہ ۱۳۵۸ھ

(۲). ابن منظور، محمد بن مکرم المعری، لسان العرب " دارصادر بیروت، ___

(۳). النجاری، محمد بن اسماعیل، امام " الجامع الصحیح " مصطفیٰ البابی الحلبی قاہرہ سنہ ۱۹۵۴ء

(۴). الترمذی، محمد بن عیسیٰ " السنن للترمذی" مطبعۃ المنیریہ القاہرہ سنہ ۱۹۳۱ھ

(۵). السبکی، تاج الدین ابونصر عبدالوہاب بن تقی الدین " طبقات الشافیعہ الکبریٰ" مطبعۃ ___ المعدیۃ، القاہرہ سنہ ۱۳۲۴ھ

---

(1). Encyclopaedia Britanica, Londan 1943- 73, V-8, P-959

(۲). طفیل ہاشمی ڈاکٹر، تدوین طبقات، ص: ۱۱۲، ۱۱۳ * بقیہ صـ18ـ پر۔

جناب ڈاکٹر محمد یسین مظہر صدیقی ندوی صاحب

مکی مواخات ــ اسلامی معاشرہ کی اولین تنظیم

مدنی مواخات کو اسلام میں معاشرتی تنظیم کا آغاز خیال کیاجاتا ہے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت مدینہ کے بعد ۱ھ کے آغاز میں مہاجرین وانصار کے درمیان استوار فرمائی تھی یہ خیال اتنا پختہ اور دل نشین ہوگیا ہے کہ مکہ مکرمہ میں اس کی تنظیم وتشکیل کا کوئی تصور کرنا بھی مشکل ہوگیا ہے، عوام تو درکنار علماء و محققین بھی اس کے صحیح ادراک سے قاصر ہیں۔ اسی بنا پر مکی اسلام ومدنی اسلام کی تفریق بھی کی جاتی ہے۔ (۱)

حقیقت یہ ہے کہ مکہ مکرمہ کے تیرہ سالہ دور (۱۳-۱ق ھ) میں اسلامی تہذیب وتمدن کا صحیح تو درکنار عمومی تجزیہ بھی نہیں کیا گیا۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ لوگ روایتی طرزنگارش کے اسیر ہیں بلکہ یہ کہنا بھی نامناسب نہ ہوگا کہ مکھی پر مکھی مارنے کے عادی ہیں۔ مصادر وماخذ میں جو مواد جس انداز میں ملتا ہے اس کو اسی انداز میں پیش کردیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ تمام کتب سیرت وتاریخ تقریباً ایک جیسی ہوتی ہیں۔ (۲) مواد کی کمی نہیں، صرف ان کے تحلیل وتجزیہ کی ضرورت ہے اور ان کو نئے اور حقیقی انداز میں پیش کرنے کی حاجت ہے۔ یہ بڑا اہم مسئلہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکی دور میں مسلمانوں کو منظم ومرتب کیا یا ان کی تنظیم کے معاملہ کو تیرہ سال تک کے لیے موخر رکھا؟ عام تصور کے برخلاف تاریخی شواہد اور کتب سیرت میں درج حقائق یہ ثابت کرتے ہیں کہ تنظیم وتشکیل کے علاوہ سماجی، معاشی اور تہذیبی ارتقاء کا سلسلہ بھی مکہ مکرمہ کے اولین زمانے ہی سے شروع ہوگیا تھا جن میں معاشرتی تنظیم سرفہرست تھی، جیسا کہ ہم آگے بیان کریں گے بعض متقدمین ومتوسطین اصحاب سیر نے بھی مدنی مواخات کی طرح مکی مواخات کا تذکرہ کیا ہے لیکن اکثر اصحاب سیر نے صرف مدنی ہی مواخات کا ذکر کیا ہے اور انہوں نے مکی مواخات کو اس سے خلط ملط کردیا ہے۔ ان کے بیان کے مطابق مدینہ منورہ تشریف لے جانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مہاجرین وانصار کے درمیان بھائی چارہ (مواخات) کرایا تھا اس کے نتیجے میں ایک مہاجر دوسرے انصاری کا بھائی بنادیا گیا تھا اور وہ دونوں ہر شئی میں مشارکت وموافقت اور تعاون وتفاعل کے پابند تھے حتیٰ کہ ایک بھائی کے مرنے پر اس کا دینی بھائی اس کی جائیداد ومال کا وارث ہوتا تھا اور مرحوم کے خون کے رشتے دار محروم ہوجاتے تھے۔

اس کا ذکر سیرت کے تمام قدیم مصادر اور تاریخی مآخذ میں ملتا ہے اور انہیں پر ہماری تمام ثانوی کتب سیرت و تاریخ مبنی ہیں۔ سیرت کے بعض مصادر میں ایک اور مواخات اسلامی کا بھی ذکر ہے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکی مسلمانوں کے درمیان استوار فرمائی تھی، مگر اس کا ذکر کوئی نہیں کرتا اور چند ایک جو اس کا ذکر کرتے بھی ہیں تو مدنی مواخات کے ضمن میں یا اس کے پس منظر میں مدنی دور ہی میں کرتے ہیں۔ اس کی اصل جگہ اور زمانے کو وہ نظرانداز کر گئے ہیں اس کا سبب وہی روایت پرستی اور روش عام کی پیروی ہے۔ ہمارے اکثر سیرت نگار ابن ہشام پر کلی انحصار کرتے ہیں، خال خال ہی دوسرے مصادر کی جانب اعتناء کرتے ہیں اور چونکہ ابن ہشام کی موجودہ کتاب سیرت میں مکی مواخات کا ذکر نہیں پایا جاتا اس لیے اس سے ان کے تعرض کرنے کا بھی سوال نہیں پیدا ہوتا، بعض سیرت نگاروں نے ابن سعد پر اعتماد کر کے یہ لکھا ہے کہ گو مواخات اصلاً مہاجرین وانصار کے درمیان ہوئی تھی، لیکن بعض مہاجرین کے بعض مہاجرین سے اور بعض انصاریوں کا انصار سے بھی بھائی چارہ ہوا تھا لیکن یہ آخری شق تحقیق طلب ہے، یہاں اس کو نظرانداز کر کے ہم اصل مسئلہ پر گفتگو کرتے ہیں۔

سیرت نبویؐ کے بہت سے مصادر ہماری دسترس میں نہیں ہیں تاہم جو بھی دستیاب ہیں ان میں سے متعدد میں مکی مواخات کا ذکر موجود ہے۔ ابھی تک کی معلومات کے مطابق محمد بن حبیب بغدادی (م ۸۶۰ء ؍ ۲۴۵ھ) پہلے شخص ہیں جنہوں نے مکی مواخات کا ذکر صراحتاً اور مدنی مواخات سے علیحدہ کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت سے قبل مواخات کی اور ان (مسلمانوں) کے درمیان "حق ومواساۃ" (سچائی اور ہمدردی) پر بھائی چارہ قائم کیا اور ایسا مکہ میں کیا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی ذات والا صفات اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بیچ مواخات قائم کی، اسی طرح حضرت ابوبکر صدیقؓ و حضرت عمر فاروقؓ، حضرت حمزہؓ ہاشمی اور حضرت زید بنؓ حارثہ کلبی، حضرت عثمان بنؓ عفان اموی و حضرت عبدالرحمن بنؓ عوف زہری، حضرت زبیر بنؓ عوام اسدی و حضرت عبداللہ بنؓ مسعود ہذلی، حضرت عبیدہ بنؓ حارث ہاشمی و حضرت بلال بنؓ رباح حبشی، حضرت مصعب بنؓ عمیر عبدری و حضرت سعد بنؓ ابی وقاص زہری، حضرت ابوعبیدہ بنؓ جراح فہری و حضرت سالم مولیٰؓ ابی حذیفہ اموی، حضرت سعید بنؓ زید عدوی و حضرت طلحہ بنؓ عبیداللہ تیمی کے درمیان مواخات قائم کی۔ بغدادی نے اسی کے ساتھ ہی صراحت بھی کی ہے کہ یہ مکہ کی مواخات تھی۔ پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو مہاجرین وانصار کے درمیان مواخات

قائم فرمائی ... اور اس بار حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور حضرت سہیل بن حنیف انصاری اوسی (م ۶۵۸ء ۳۸ھ) کے درمیان بھائی چارہ استوار کیا، اور اس کے بعد دوسرے تمام مدنی دینی بھائیوں کا ذکر کیا ہے۔ (۳) دوسرے اہم مورخ اور زمانی ترتیب میں مقدم حافظ ابن عبدالبر (یوسف بن عمر بن عبدالبرالنمری (۴۶۳ ۳۶۸ھ) ہیں جنہوں نے مکی مواخات کا ذکر کیا ہے مگر انہوں نے دونوں واقعات تنظیمی کی ترتیب الٹ دی ہے۔ وہ پہلے مدنی مواخات کا ذکر کرتے ہیں جس کا عنوان ہے: "مواخات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بین المھاجرین والانصار رضی اللہ عنھم اجمعین"۔ اس کی تفصیل بیان کرنے کے بعد وہ آخر میں یہ واضح بیان دیتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت سے قبل حق ومواسات کی بنیاد پر ہی مہاجرین میں سے بعض کی بعض سے مواخات استوار کی تھی، ان کی بیان کردہ فہرست بغدادی کے مطابق ہے مگر انہوں نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے نبوی ذات گرامی کی مواخات کا ذکر نہیں کیا ہے، اگرچہ مدنی مواخات کے حوالہ سے اس کا نہ صرف ذکر کیا ہے بلکہ کئی روایات بھی اس معنی ومطلب کی نقل کی ہیں۔ (۴)

عظیم اندلسی سیرت نگار امام ابن سیدالناس (محمد بن عبداللہ بن یحییٰ (۷۳۴ - ۶۷۱ھ) نے دونوں مواخات مکی ومدنی کا واضح ذکر ہے۔ "ذکرالمواخات" کے عنوان سے وہ اپنا بیان اس طرح شروع کرتے ہیں کہ مواخات دوبار ہوئی۔ پہلی بار مکہ مکرمہ میں ہجرت سے پہلے مہاجرین کے درمیان "حق ومواسات" پر رسول اللہ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے استوار کی۔ علامہ موصوف اور بغدادی کی فہرستیں یکساں ہیں۔ البتہ ان کے یہاں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؓ بن ابی طالب کے درمیان مواخات کا ذکر سب سے آخر میں ہے، جبکہ بغدادی کی فہرست کا آغاز ہی اس سے ہوا ہے۔ (۵)

محمد جلیل اور شاہ بخاری حافظ ابن حجر عسقلانی (ابوالفضل شہاب الدین احمد بن علی مصری شافی (۱۴۴۹ - ۱۳۷۲ - ۸۵۲ - ۷۷۳ھ) نے مکی مواخات کے بارے میں مزید روایات نقل کی ہیں۔ وہ حافظ ابن عبدالبر کے اس بیان کو کہ مواخات دوبار ہوئی پہلی مرتبہ مکہ میں اور دوسری مرتبہ مدینہ میں دہرانے کے بعد حضرت ابن عباسؓ کی ایک روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرات زبیر اور عبداللہ بنؓ مسعود کے درمیان مواخات قائم کی، حالانکہ وہ دونوں مہاجرین میں سے ہیں۔ اس حدیث کو امام حاکم کے علاوہ حافظ ابن عبدالبر نے بھی نقل کیا

ہے۔ اس کی اسناد حسن ہے۔ حافظ ضیاء الدین مقدسی نے اس روایت کو اپنی تالیف لطیف مختارہ میں امام طبرانی کی معجم کبیر کے حوالے سے بھی بیان کیا ہے۔ حافظ عسقلانی نے اس سند کی مزید توثیق کرکے مکی مواخات کے بارے میں امام حاکم کی ایک روایت نقل کی ہے۔ اور لکھا ہے کہ حافظ ابن تیمیہ کے خیال میں مستدرک حاکم کی روایات کے مقابلہ میں مقدسی کی مختارہ کی روایات واحادیث زیادہ صحیح اور قوی ہیں۔ اسی مستدرک حاکم میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی ایک روایت یہ بھی ملتی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ اور فلاں فلاح میں مواخات استوار کی اور حضرت علیؓ کے استفسار پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنا بھائی قرار دیا۔ گو حافظ ابن حجر عسقلانی نے امام بخاری کی حدیث مواخات کی تشریح میں یہ تفصیل فراہم کی ہے، لیکن خود امام بخاریؒ نے اگرچہ مکی ومدنی زمانوں کا ذکر نہیں کیا ہے تاہم ان کے ترجمہ باب، حدیث اور ابواب صحیح میں " حدیث مواخات " کی ترتیب وغیرہ سے واضح ہوتا ہے کہ ان کی تمام روایات بلکہ ان کا زور مدنی مواخات پر ہے۔ امام بخاری نے عنوان باب قائم کیا ہے: " باب کیف آخی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم بین اصحابہ " اور اس میں حضرت سلمان الفارسی اور ابوالدرداءؓ کے مابین مواخات کا حوالہ ہے اور جو حدیث نقل کی ہے وہ حضرت سعد بن ربیع انصاری اور عبدالرحمن بن عوف زہری کی مواخات کا ذکر کرتی ہے، اور یہ دونوں مواخات مدنی دور کی ہے جو انصار ومہاجرین کے درمیان ہوئی تھی۔ امام بخاری نے بعض اور مقامات پر بھی " حدیث مواخات " کا ذکر کیا ہے اور وہاں بھی زمانہ مدنی ہی ہے مکی نہیں، اگرچہ ترجمہ باب میں زمانہ کی قید نہیں ہے۔ پھر امام موصوف نے مواخات کا باب " باب ھجرۃ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم واصحابہ الی المدینۃ " کے بعد باندھا ہے جو اس بات کا اشارہ ہے کہ ان کی حدیث مواخات اور ترجمہ باب کا تعلق مدنی دور سے ہے۔ (۷)۔ امام بخاری کے دوسرے شارح امام قسطلانی (احمد بن محمد المصری (۸۵۱ ھ ـ ۹۲۳ھ ۔ ۱۴۴۸ء ـ ۱۵۱۷ء) نے بھی مکی اور مدنی دوبار کی مواخات کا ذکر کرکے وہی نام گنائے ہیں جو حافظ ابن سیدالناس کی روایت کے مطابق روایت مواخات میں موجود ہیں۔ آخر میں " مشروعیۃ التواخی " کے فوائد اور مصالح بیان کیے ہیں۔ (۸)۔

حسین بن محمد حسن دیاربکری م حدود ۱۵۵۹ء ـ ۹۶۶ھ) نے مکی مواخات کے بارے میں حافظ ابن حجر، حاکم اور ابن عبدالبر کے حوالے سے کسی قدر تفصیل قلم بند کی ہے۔ (۹) مگر زیادہ تفصیل (علی بن برہان الدین حلبی ۱۴۳۴ ـ ۱۵۶۷ء ۔ ۱۰۴۴ ـ ۹۷۵ھ) نے فراہم کی ہے۔ انہوں نے حضرت زید بن ابی اوفی کی سند سے حافظ ابن الجوزی (ابوالفرج عبدالرحمن بن علی بن محمد قرشی

بکری حنبلی ۹۰۰ - ۱۱۱۶ھ ۹۷ - ۱۵۰۱ء) کی روایت نقل کی ہے کہ میں مدینہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں آیا تو آپؐ نام لے لے کر لوگوں کو تلاش کررہے تھے۔ جب لوگ جمع ہوگئے تو آپؐ نے ارشاد فرمانے کے بعد حضرت ابوبکر وعمر کے درمیان مواخات استوار کی اس پر امام طبی نے یہ تبصرہ کیا ہے کہ ہجرت کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مہاجرین وانصار کے مابین مواخات استوار کی تھی جبکہ یہ دونوں حضرات مہاجرین میں سے تھے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ سہو ہوگیا کہ انہوں نے مہاجرین کے درمیان مواخات کی بات کہی ہے۔

" معروف ومشہور تو یہی ہے کہ مواخات دوبار واقع ہوئی۔ ایک بار مہاجرین کے درمیان ہجرت سے قبل اور ایک بار ہجرت کے بعد مہاجرین وانصار کے درمیان ...." اس کے بعد امام طبی نے مدینہ میں جن مہاجرین وانصار کے درمیان مواخات ہوئی تھی، ان کی تعداد بیان کرکے اس پر دلیل قائم کی ہے اور مدنی مواخات کے بارے میں دوسری تفصیلات دی ہیں۔ (۱۰)

علامہ زرقانی (عبدالباقی بن یوسف مصری ۸۸ - ۱۶۱۱ء ۹۹ - ۱۰۲۰ھ) نے " ذکر المواخات بین الصحابۃ رضوان اللہ علیہم اجمعین " عنوان کے تحت پہلے حافظ ابن البر کا قول نقل کیا ہے کہ مواخات دوبارہ ہوئی تھی۔ اول بار مکہ میں مہاجرین کے درمیان اور امام حاکم کی روایت پر اس پہلی مواخات کے مذکورہ بالا دینی بھائیوں کے اسمائے گرامی نقل کیے ہیں۔ مواخات رضی اللہ عنہ سے متعلق مختلف روایات وتفصیلات کے علاوہ زرقانی نے مواخات مکی کے بارے میں جو تفصیلات یانکات دیے ہیں وہ بالترتیب یہ ہیں: امام حاکم کے مطابق حضرت طلحہؓ وزبیرؓ کے درمیان مواخات ہوئی تھی مگر ایک روایت میں ہے کہ حضرت زبیرؓ و ابن مسعودؓ میں استوار ہوئی تھی۔ دوسرا اہم نکتہ یہ ہے کہ جب ہردو کے درمیان مواخات قائم ہوگئی تو صرف حضرت علیؓ باقی بچ گئے، ان کے عرض ومعروض پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی مواخات ہوئی جس کے متعلق احادیث کثیرہ منقول ہیں، آگے چل کر زرقانی نے مزید صراحت کی ہے کہ حاکم وابن عبدالبر نے سند حسن کے ساتھ حضرات ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زبیرؓ اور ابن مسعودؓ کے درمیان مواخات استوار کی تھی حالانکہ وہ دونوں مہاجرین میں سے تھے۔ ان کا باقی ابن حجر کے مطابق ہے اور پھر مدنی مواخات کی تفصیل دی ہے۔ جس کی اہم بات مواخات کی ضرورت وحکمت اور مقصد کی وضاحت ہے۔ (۱۱)

مکی مواخات سے بے خبری کے اسباب :- مندرجہ ذیل بالا حقائق وشواہد سے یہ

ثابت ہوجاتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں مسلمانوں کے درمیان بھائی چارہ کرایا تھا۔ لیکن اس کے ذکر سے سیرت کے مشہور مصادر وآخذ خالی ہیں۔ اس کے اسباب و وجوہ کا پتہ لگانا کچھ زیادہ مشکل نہیں۔ یہ بات تو تسلیم شدہ ہے کہ حیات نبوی اور سیرت محمدی کی تمام جزئیات جمع نہیں کی جاسکی ہیں۔ خصوصاً مکی دور اور ابتدائی عہد کے تنظیمی واقعات وحالات، کیونکہ زیادہ تر سیرت نگاروں کی توجہ دوسرے حالات ومعاملات پر مرکوز رہی، ابتدائی مؤلفین سیرت امام عروہ بن زبیر (۷۱۳ء - سنہ ۶۴۳ء ۲۳-۹۴ھ) امام زہری (محمد بن مسلم ۷۴۲ء - سنہ ۶۹۵ء ۱۵۱-۸۵ھ) اور امام موسیٰ بن عقبہ ۷۵۸ء - سنہ ۶۷۵ء ۱۴۱-۵۵ھ) وغیرہ نے بہت سا مواد جمع نہیں کیا۔ ان میں بعض حضرات کی کتابیں اب دستیاب نہیں ہیں مگر ان کی مرویات دوسری کتابوں مین درج ہیں۔ عروہ بن زبیر کی مغازی اور ابن اسحاق کی سیرت چھپ گئی ہیں اور ان کے اردو ترجمے بھی ہوچکے ہیں۔ (۱۲)۔ دوسری وجہ یہ ہے سیرت کا بہت سا مواد تنقیح وتہذیب کے عمل میں صفحات تاریخ سے محو ہوگیا جیسا کہ ابن ہشام (عبدالملک بن ہشام م سنہ ۸۲۸ء ۲۱۳ھ) نے سیرت ابن اسحاق کی تہذیب وترتیب میں کیا۔ یا امتداد زمانہ اور عام بے اعتنائی سے ضائع ہوگیا، جیسے واقدی (محمد بن عمر ۸۲۳ - سنہ ۷۴۷ء ۲۰۷ - سنہ ۱۳۰ھ) کی اصل کتاب سیرت کے دوتہائی گمشدگی یا امام اموی یحییٰ بن سعید بن ابان م سنہ ۸۱۹ء ۱۹۴ھ) کی سیرت نبوی وغیرہ کی بربادی۔

غرض تیسری / نویں صدی سے آج تک متعدد معتمد ومستند مصادر سیرت میں مکی مواخات کا ذکر ملتا ہے جس سے سیرت کا یہ مہتم بالشان واقعہ پوری طرح ثابت ہوجاتا ہے کیونکہ بغدادی ابن عبدالبر، ابن سیدالناس، ابن حجر عسقلانی اور ان کے حوالے سے حاکم ومقدسی نے اور قسطلانی، دیار بکری، حلبی اور زرقانی وغیرہ نے نہ صرف اس کی روایت کی ہے بلکہ اس کو مستندو معتبر بھی قرار دیا ہے۔ استناد وشہادت کے باب میں امام ابن تیمیہؒ کی رائے بھی موجود ہے جو اسے اور بھی معتبر ومعتمد علیہ بناتی ہے۔ گویا مکی مواخات کی روایات ایک دو نہیں متعدد کتب سیروتاریخ موجود ہیں۔ غالباً اس سے بے خبری کا سب سے بڑا اور خاص سبب مکی ومدنی مواخات کے بارے میں روایات کا اختلاط ہے۔

مکی ومدنی مواخات میں اشتباہ کے اسباب:- روایات نے اپنی بعض روایات میں ان دونوں واقعات مواخات میں خلط ملط کرکے خلط مبحث ہی نہیں کیا بلکہ متعدد اہل حدیث، اصحاب اخبار اور مورخین کو پراگندہ بیانی کا شکار بھی بنایا ہے۔ یہ حضرات بالعموم بحث کا آغاز اس

عنوان سے کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت مدینہ کے بعد مسجد نبوی میں ایک روز نام بنام اپنے صحابہ کرامؓ کو بلایا اور انصار ومہاجرین کے درمیان بھائی چارہ کرایا مگر جب وہ صحابہ کرامؓ کے ان دینی بھائیوں کا ذکر کرتے ہیں تو طرفین میں مہاجرین ہی کا نام لیتے ہیں۔ یہ الحاق اور تعداد متعدد حضرات کے ہاں پایا جاتا ہے۔ مثلاً امام ابن حبان بستی (محمد بن حبان بن احمد ابوحاتم التمیمی السبتی م ۹۶۵ء ۳۵۴ھ) مدنی مواخات کا جو پس منظر بیان کرتے ہیں وہ بہت دلچسپ اور معلومات افزا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے تو لوگوں کو دیکھا کہ وہ بخار کی نقاہت کے سبب بیٹھ کر نماز ادا کر رہے ہیں۔ فرمایا: بیٹھ کر پڑھنے والے کی نماز قائم کی نماز سے آدھی ہوتی ہے لہذا لوگوں نے اپنی اپنی نماز کھڑے ہوکر پوری کی۔ آپؐ نے دعا فرمائی: اے میرے اللہ! مدینہ میں مجھے مکہ سے دوگنی برکت عطا فرما۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارادہ فرمایا کہ مہاجرین وانصار کے درمیان مواخات قائم فرمادیں۔ یہ ماہ رمضان تھا۔ آپ مسجد میں داخل ہوئے اور فرمانے لگے فلاں فلاں کہاں ہے؟ آپؐ برابر ان کو گناتے اور بلاتے رہے تاآنکہ وہ آپؐ کی خدمت میں اکٹھا ہوگئے۔ پھر فرمایا: میں تم سے ایک بات (حدیث) بیان کرتا ہوں اسکو یاد کرلو اور اسے اپنے بعد والوں سے بھی نقل کرو۔ "اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے ایک مخلوق کا انتخاب فرمایا اور یہ آیت پڑھی: "اللہ یصطفی من الملئکۃ رسولاً ومن الناس" (سورۃ ۲۲ نمبر ۷۵)۔ یہ مخلوق ایسی ہوگی جن کو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل فرمائے گا۔ میں تم میں سے کچھ کو جن کو چاہوں منتخب کرنے والا ہوں اور تمہارے درمیان اسی طرح مواخات قائم کرنے والا ہوں جس طرح اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کے درمیان مواخات استوار کی ہے۔ پھر آپؐ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو بلایا اور ان سے کچھ فرمایا اور پھر حضرت عمرؓ کو بلاکر کچھ فرمایا اور ان کے درمیان مواخات قائم کی۔ اسی طرح آپؐ نے حضرت عثمان بنؓ عفان اور عبدالرحمن بنؓ عوف کو باری باری بلاکر فرمایا اور مواخات ان دونوں میں استوار کی۔ یہی طرز عمل حضرت طلحہؓ وزبیرؓ، سعد بنؓ ابی وقاص اور عمار بنؓ یاسر اور عمیر ابوالدرداءؓ اور سلمان فارسی کے بارے میں اختیار فرمایا، امام بستی نے ان کلمات عالیات کا بھی ذکر کیا ہے اور خاتمہ میں یہ لکھا ہے کہ آپؐ نے صحابہ کرامؓ پر نظر ڈالی اور فرمایا: "بشارت ہو اور آنکھ ٹھنڈی ہو۔ تم پہلے ہوگے جو حوض پر پہونچوگے۔ تم بلند ترین غرفات میں ہوگئے اور آپؐ نے حضرت عبداللہ بنؓ عمر کی جانب نظر رحمت کی اور فرمایا: "اللہ کی حمد ہو جو گمراہی سے جسے چاہتا ہے بچا لیتا ہے اور ہدایت عطا فرماتا ہے"۔ (۱۲)۔ اس کے بعد کا

حصہ روایت حضرت علیؓ سے آپؐ کی مواخات سے متعلق ہے جو بعد میں زیر بحث آئے گا۔

غور فرمائیے کہ امام موصوف مہاجرین وانصار کے درمیان مواخات کا تذکرہ اور مسجد نبوی میں اس کے انعقاد کی تفصیل بیان کررہے ہیں لیکن جن چھ چھ اشخاص کا ذکر خیر فرمایا ہے اور ان میں پانچ پانچ بشمول حضرت محمد بنؐ عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہاشمی اور علی بنؓ ابی طالب ہاشمی مہاجرین کے طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں اور صرف ایک ایک یعنی ابوالدرداءؓ، عمیرؓ اور سلمان فارسیؓ مدنی وانصاری ہیں، بلکہ اصلاً انصاری تو صرف حضرت ابولدرداءؓ ہیں۔ رہے حضرت سلمانؓ تو ان کا تعلق فارس سے تھا جن کو زیادہ سے زیادہ مدنی کہا جاسکتاہے، جو ہجرت سے پہلے ہی مدینہ میں آبسے تھے لیکن ان کو انصاری نہیں قراردیا جاسکتا۔ (۱۴)۔ روایات مواخات کے مزید تجزیہ و تنقیح سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ابن حبان کی طرح امام حاکم، امام ابن عبدالبر، حافظ مقدسی، امام طبرانی، علامہ دیاربکری، علامہ حلبی اور علامہ زرقانی کی نقل کردہ بعض روایات واحادیث میں بھی اختلاط کا عنصر پایا جاتا ہے اور اسکا اصل سر اور اصل امام سیرت ابن اسحاق (محمد بن اسحاق یسار ۶۷ھ۔ ۷۹۵ء ۱۵۱۔ ۸۵ھ) کے یہاں ہے جو مدنی دور کے ضمن میں "المواخات بین المهاجرین والانصار" کا عنوان قائم کرتے ہیں مگر بالترتیب حضرت حمزہؓ وزید بنؓ حارثہ اور جعفر بنؓ ابی طالب اور معاذ بنؓ جبل کا ذکر کرتے ہیں، جس پر ابن ہشام کا یہ تبصرہ بھی ہے کہ حضرت جعفرؓ اس وقت ارض حبشہ میں تھے۔ ابن اسحاق کی باقی روایات مواخات میں واقعتاً مہاجرین وانصار کے نام آئے ہیں۔ (۱۵)۔ ایک دوسرے امام سیرت وطبقات ابن سعد (محمد بن سعد بصری م ۸۴۵ء۔ ۸۴ء۔ ۲۳۰۔ ۱۶۸ھ) نے یہ کہہ کر ایک مزید الجھن پیدا کردی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو آپؐ نے بعض مہاجرین بعض مہاجرین سے مواخات کی اور پھر مہاجرین وانصار میں مواخات کی اگرچہ انہوں نے صحابہ کرامؓ میں سے کسی کا نام نہیں لیا ہے۔ (۱۶)۔ یہ پراگندہ بیانی بلاذری (احمد بن یحییٰ بن جابر م ۸۹۲ء۔ ۲۲۹ھ) کے ہاں ملتی ہے۔ انہوں نے "قالوا" کہہ کر راویوں کی روایت یوں نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حق ومواسات کی بنیاد مواخات استوار کی، حمزہؓ وزید بنؓ حارثہ میں، ابوبکرؓ وعمرؓ میں۔ دوسرے پیراگراف میں ان کا ایک نیا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین کے درمیان اس شرط پر مواخات قائم کی کہ وہ ذوی الارحام کے بجائے آپس میں وارث ہوں گے۔ بعد بدریہ توارث ختم ہوا۔ بلاذری نے مکی مواخات کا حوالہ نہیں دیا پھر بعد میں مدنی مواخات کا اسی تسلسل کے ساتھ ذکر کیا۔

مگر ان کی مواخات کی روایات مدنی دور ہی سے متعلق ہے گو انصار ومہاجرین کا عنوان اور ہجرت مدینہ کا کوئی تذکرہ نہیں ہے تاہم آخری پیرے میں مہاجرین وانصار کا حوالہ موجود ہے کہ ان میں سے کوئی ایسا نہیں رہا تھا جس کی مواخات استوار نہ کی گئی ہو۔ (۱۷)۔ ابن سعد نے طبقات صحابہ کرامؓ میں متعدد مہاجرین کی باہمی مواخات کا ذکر جلد سوم وغیرہ میں کیا ہے۔ حضرت حمزہ بنؓ عبدالمطلب وزید بنؓ حارثہ کلبی کی مواخات کا ذکر کیا ہے مگر اس میں مکان کا حوالہ نہیں ہے۔ البتہ حضرت علیؓ کے ذکر خیر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی مواخات کا ذکر بھی ہے اور جلد اول کے بیان کی تکرار بھی کہ مہاجرین کے درمیان مواخات قائم کی اور انصار ومہاجرین کے درمیان مواخات کا استوار کی۔ حضرت زید بنؓ حارثہ کی مہاجری مواخات کا ذکر ہے پھر مدنی مواخات کا جو حضرت اسید بنؓ حفیر سے کی گئی تھی یہ دہری مواخات کا بیان ہے جو بعض دوسرے صحابہ کرامؓ کے تذکروں میں بھی ہے۔ (۱۸)۔ لیکن متعدد صحابہ کرامؓ کے ضمن میں صرف مدنی مواخات یا انصار ومہاجرین کی مواخات کا واضح بیان ہے جیسے حضرات ابومرثدؓ غنوی وعبادہ بنؓ صامت، مرثد بنؓ ابی مرثدؓ غنوی واوس بنؓ صامت، حضرت طفیل بنؓ حارث وحصین بنؓ الحارث کی دوانصاریوں سے مواخات، حضرت ابوحذیفہؓ اموی وعباد بنؓ بشرانصاری مکی صرف مدنی مواخات کا ذکر ہے، جبکہ ان کے مولیٰ حضرت سالم کی مکی اور مدنی مواخات دونوں کا ذکر ملتا ہے جو بہت عجیب باب ہے۔ مہاجرین وانصار کے درمیان مواخات کا تذکرہ ابن سعد کی سوانحی تفصیلات کا ایک لازمی جزئیہ ہے جو آخر تک تقریباً تمام صحابہ کرامؓ کے ضمن میں ملتا ہے لیکن اس سے ہم کو سردست بحث نہیں ہے۔ (۱۹) مگر یہ بہت نادر ودلچسپ بات ہے کہ ایک مولیٰ کی مواخات مکی کا ذکر بھی ہوا اور مدنی مواخات کا بھی، مگر ان کے سرپرست وآقا کی مکی مواخات کا حوالہ تک نہ آئے۔ یہاں یہ محسوس ہوتا ہے کہ روایات میں کہیں خلا رہ گیا ہے۔ ابھی تک ہم نے جن کتب سیرت وتذکرہ کا مطالعہ کیا ہے اور جو اہل علم کو دستیاب ہیں ان میں سے کسی میں حضرت ابوحذیفہؓ کی مواخات کا ذکر نہیں مل سکا، نہ مکی اور نہ مدنی، مگر ان کے مولیٰ حضرت سالمؓ کی دونوں مواخات کا ذکر ملتا ہے یعنی ایک مہاجر سے بھی مواخات کا اور ایک انصاری صحابی سے بھی۔ یہ مسئلہ تحقیق طلب ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عہد جدید کے بیشتر اور بعض کبار سیرت نگاروں نے مکی مواخات کا اپنی اپنی تالیفات میں ذکر کیوں نہیں کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ بعض کو سرے سے اس کا علم ہی نہیں ہوسکا اور جن کو علم ہوا وہ روایت پرستی کے سبب اس کو مکی دور میں اس کے

صحیح موقع و محل میں پیش کرنے سے قاصر رہے۔*

مواخات کا مقصود عامل:۔ مکی مواخات کے مطالعہ میں اہم مسئلہ اس کے سبب وعامل کا ہے کہ مکی مواخات کیوں کی گئی؟ اس کا ایک مختصر اور تاریخی حوالے سے جواب تو یہ دیا جاسکتا ہے کہ جو وجہ مدنی مواخات کا باعث بنی تھی وہی مکی مواخات کے لیے بھی تھی۔ مکی مسلمانوں کے لیے روایت کے لیے بالعموم مہاجرین کی اصلاح استعمال کی گئی ہے جو غلط فہمی پیدا کرتی ہے مگر راویوں کے سامنے چونکہ مدنی مواخات کا پیش منظر تھا کہ وہ مہاجرین وانصار کے دو عرب طبقات کے درمیان استوار کی گئی تھی لہذا غیر شعوری طور پر انہوں نے "مہاجرین" کی اصلاح استعمال کرلی کہ وہ ہجرت سے قبل صرف انہیں کے درمیان قائم کی گئی تھی، حالانکہ اس کے لیے صحیح لفظ اہل مکہ یا مکی مسلمانوں کا تھا۔ یہ حقیقت سب کو معلوم ہے کہ مکی مسلمانوں کا تعلق مختلف قبیلوں اور خاندانوں سے تھا۔ ان میں قریشی اور غیر قریشی دونوں شامل تھے۔ خاص مکہ مکرمہ کے باشندے بھی تھے اور بعض دوسرے علاقوں کے باشندے بھی۔ پھر ان کے خاندانی تعلقات بھی غیر مستحکم بن گئے تھے کہ کسی کا بھائی مسلمان تھا تو بہن غیر مسلم، بیوی مسلم تھی تو شوہر غیر مسلم، باپ صاحب ایمان تھا تو ماں کافر، یا اس کے برعکس۔ مسلمانوں کے بعض پورے پورے خاندان بھی مسلم ہوگئے تھے لیکن ان کی تعداد بہت کم تھی۔ زیادہ تر منقسم خاندانوں کے افراد تھے یا اپنے خاندانوں سے اسلام کی وجہ سے منقطع واجنبی بن گئے تھے۔ مسلمانوں کا مسئلہ تھا کہ وہ اپنے خاندانوں سے کٹ گئے تھے اور اگرچہ ان کوان کے خاندانوں نے بالکل تج نہیں دیا تھا مگر ان کو اب اپنا رکن بھی نہیں سمجھتے تھے۔ دوسری طرف ان کے خاندان کو اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شکوہ تھا کہ ان کے افراد دو اشخاص کو مسلم بناکر ان کے خاندانی نظام کو درہم برہم کردیا تھا اور یہ ان کا سب سے بڑا شکوہ تھا۔ (۲۰)۔ جب ان مکی مسلمانوں کی تعداد معتدبہ ہوگئی تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان میں مکی مواخات یا اسلامی بھائی چارہ قائم کرایا۔ اس کی وجہیں تو بہت ہیں لیکن

---

* الحق: مقالہ نگار نے اس مسئلہ کو جس قدر اہمیت دی ہے ممکن ہے اور لوگوں کے نزدیک یہ مسئلہ اتنا اہم نہ ہو اس لیے انہوں نے مکی مواخات کا ذکر نہ کیا ہو اور ظاہر ہے کہ مدنی مواخات جیسی اہمیت مکی مواخات کی ہے بھی نہیں، مکی ومدنی اسلام کی تفریق یقیناً غلط ہے لیکن مکی اور مدنی دور میں فرق اور دونوں کے حالات واحکام میں اختلاف تو ہے ہی جس کو مقالہ نگار اہمیت نہیں دے رہے ہیں اور دوسروں پر خواہ مخواہ طنز تعریض کررہے ہیں۔

مندرجہ ذیل تین بنیادی اور اہم ہیں: اول خاندانی روابط سے محروم اور اعزہ واقارب کی محبت وشفقت اور تعلق سے منقطع مسلمانوں کو ایک ایسا سماجی اور معاشرتی ماحول فراہم کیا جائے جو ان کو یگانگت و ہم آہنگی فراہم کرے اور خاندان سے تعلق ٹوٹنے کے سبب جو معاشرتی خلا پیدا ہوگیا ہے اس کو پر کرے۔ دوم متعدد مکی آیات میں امت اسلامی کو دوسری امتوں اور دوسرے لوگوں سے الگ اور ممتاز معاشرتی جماعت قرار دیا گیا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے از اول روز یہ حقیقت واضح تھی کہ مسلمانوں کی معاشرتی تنظیم اور مذہبی تہذیب اور سیاسی تشکیل کرنی ہے مگر اس کے لیے وہ اذن الٰہیٰ کے ساتھ ساتھ موزوں وقت کے بھی منتظر تھے۔[ع] جونہی یہ دونوں شرطیں پوری ہوئیں اور مکی مسلمانوں کی ایک معتدبہ تعداد وجود میں آگئی اور حالات کے دباؤ نے ان کو مکی اور قریشی سماجی نظام میں اچھوت بنادیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان مواخات کے ذریعہ معاشرتی ہم آہنگی پیدا کردی۔ سوم اسلام صرف ایک مذہب کی حیثیت سے وجود میں نہیں آیا تھا، وہ ایک دین ہے جو زندگی کے تمام پہلوؤں پر حاوی ہے لہذا معاشرتی وسماجی سطح پر بھی وہ اپنی انفرادیت، اپنا تشخص اور اپنا ملی وجود قائم و مستحکم کرنا چاہتا تھا۔ اسلامی دینی تعلیمات میں معاشرتی، قانونی، سیاسی، اقتصادی اور تہذیبی سب ہی قسم کے احکام شامل تھے۔ قریشی اکابر کو بھی اس کا ادراک جلد ہوگیا تھا کہ اسلام ان کے جاہلی نظام کے بالمقابل ایک متوازی نظام استوار کرنا چاہتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے آغاز اسلام میں یہ کہا تھا کہ "ہم جس دن تین سو ہوگئے تو یا تو تم اسے ہمارے لیے یا ہم تمھارے لیے خالی کردیں گے"۔ (۲۱) تو وہ محض ایک تعلی آمیز دھمکی یا تفاخر نہ تھا بلکہ اپنی تنظیمی قوت کی پیش گوئی تھی۔ مسلم آبادی میں اضافہ کے ساتھ ساتھ دوسرے تمام سماجی، سیاسی، اقتصادی اور تہذیبی اداروں کا وجود میں آنا ناگزیر واقعات کا سلسلہ تھا جس کو کسی طرح سے روکا نہیں جاسکتا تھا اور بالآخر مدینہ میں ایسا بطور احسن وجود پذیر ہوا اس کی اولین وجہ یہ تھی کہ ہجرت نبوی سے معاً قبل شہر نبی میں مسلم اکثریت وجود میں آگئی تھی۔ مسلم طبقات میں اوس وخزرج اور مہاجرین وغیرہ کے متعدد سماجی تقسیمات تھیں جو اپنے اپنے قبائلی اور سماجی روایات طرز حیات کی پابند تھیں۔ ان کو جب اسلامی سماجی تنظیم میں پرویا گیا تو اسلامی بھائی چارہ اور دینی مواخات کا وہی طریقہ اپنایا گیا جو مکہ میں آزمایا جاچکا تھا۔ ظاہر ہے کہ اسلامی معاشرہ کی تنظیم و تشکیل اور اسکے وجود کا صرف اور صرف ایک ہی محور ہوسکتا ہے اور وہ اسلام کا تعلق تھا۔

•

[ع] الحق: اسی بنا پر مکی ومدنی عہد میں بھی فرق کیا جاتا ہے۔

حواشی

(۱) مکی اسلام اور مدنی اسلام کی تفریق مستشرقین کی تحریروں میں عام ہے جس کا اثر مسلمانوں اور بالعموم ان کے جدید تعلیم یافتہ طبقے پر بھی پڑا ہے، ملاحظہ ہو: جی ای وی گرونی بام۔ (G.E.V. GRUNE BO UM)۔ کلاسیکل اسلام (QLASSICAL ISLAM) انگریزی ترجمہ لندن ۱۹۷۰ء (ص ۴۸۔۲۷) وغیرہ۔ اسی بناپر خیال کیا گیا ہے کہ مکی دور میں احکام نہیں دیئے گئے تھے، جس کو قرآن کریم کی مکی سورتوں کے حوالے سے زیادہ پیش کیا جاتا ہے۔ (۲) عربی، اردو اور بیشتر انگریزی کتب سیرت کا موازنہ اس روایت پرستی اور ایک دو مصادر پر کلی انحصار کو اچھی طرح واضح کردیتا ہے، ان کے موضوعات وعناوین اور مباحث وغیرہ یکساں ہوتے ہیں، صرف زبان واسلوب کا فرق ہوتا ہے۔ (۳) کتاب المحبر (ص ۷۱۔۷۰) کی تالیفی خصوصیت یا ترتیبی تنظیم یہ ہے کہ وہ مختلف عناوین کے تحت غیر مربوط مباحث پیش کرتی ہے۔ لہذا وہ ذکر المواخات کے تحت پہلے مکی مواخات کو پھر مدنی مواخات کو بیان کرتی ہے جو ان کے انداز تالیف کے مطابق بالکل منطقی ہے۔ اصلاً وہ کتاب سیرت وتاریخ وتہذیب ہے۔ حضرت سہلؓ بن حنیف اوسی انصاری رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام غزوات میں شریک رہے۔ مدینہ میں ان کی مواخات حضرت علیؓ سے ہوئی یہی وجہ ہے کہ وہ حضرت علیؓ کے ہمیشہ حامی وناصر رہے اور جنگ صفین میں انہیں کے پرچم تلے شریک ہوئے۔ حضرت علیؓ کی زندگی میں وفات پائی تو حضرت موصوف نے ہی ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ کوفہ میں مدفون ہوئے، نیز ابن اثیر، اسد الغابہ دوم (ص ۶۵۔۳۶۴) (۴). الدرر فی اختصار المغازی والسیر، (ص ۹۴۔۹۵) (۵). عیون الاثر فی فنون المغازی والشمائل والسیر، اول (ص ۶۸۔۲۶۴) (۶). فتح الباری مطبعہ دار المعرفۃ بیروت (غیر مورخہ) ہفتم (ص ۲۷۱۔۲۷۰) (۷). الجامع الصحیح، باب کیف آخی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بین اصحابہ۔ وراثت کے حق برادر کا ذکر امام بخاری نے کتاب التفسیر، سورۃ النساء میں بھی کیا ہے۔ (مصطفیٰ البابی الحلبی مصر ۱۳۴۵ھ کی طباعت ۸۸/۵) نیز ملاحظہ ہو: مسلم، الجامع الصحیح، کتاب الفضائل، باب مواخات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ (۸). ارشاد الساری، مطبعہ امیریہ بولاق مصر ۱۳۲۴ھ ششم (ص ۲۳۶)۔ (۹). تاریخ الخمیس، المطبعۃ العامرۃ العثمانیہ ۱۳۰۲ھ اول (ص ۸۔۳۹۷) (۱۰). السیرۃ الحلبیہ، قاہرہ ۱۲۹۲ھ دوم (ص ۲۰۔۱۱۹) (۱۱). شرح المواھب اللدنیۃ، بولاق ۱۸۷۴ء ۱۲۹۱ھ اول (ص ۵۲۔۳۴۹) (دار الطباعۃ، المیریہ المصریہ)۔ (۱۲). مزید بحث کے لیے ملاحظہ ہو: جوزف ہورووٹس، اولین کتب سیرت اور ان کے مولفین، اردو ترجمہ از نثار احمد فاروقی، نیز خاکسار کا مضمون مقدمہ بر کتب سیرت (۱۳). کتاب الثقات، دار المعارف العثمانیہ حیدر آباد دکن ۱۹۷۵ء اول (ص ۴۲۔۱۳۹)

(۱۴) دونوں کے لیے ملاحظہ ہو: ابن اثیر اسدالغابہ دوم، چہارم، پنجم اور ابن سعد کی طبقات (ص ۹۳ ۔ ۵۷)۔ حضرت سلمان فارسیؓ ہجرت نبوی سے قبل تلاش حق میں بہت ملکوں کی خاک چھاننے کے بعد مدینہ منورہ آبسے تھے اور مدنی بن چکے تھے، وہ ہجرت کے بعد اسلام لائے اور ابوالدرداء کے بارے میں ابن اثیر کا دلچسپ تبصرہ ہے کہ وہ اپنے خاندان (وار) والوں میں سب سے آخر میں اسلام لائے۔ (۱۵) ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، قسم اول (ص ۷۔ ۵۰۴) (۱۶) ابن سعد، البقات الکبریٰ، اول (ص ۹۔ ۲۳۸) میں مواخات کے ذریعہ استوار ہونے والے رشتہ کے بھائیوں کا ذکر نہیں ہے، لیکن دوسری جلدوں جلد سوم میں جو بدری صحابہ کرامؓ کے مہاجروانصار طبقات پر مبنی ہے، ان حضرات کے تذکروں میں ان کی مواخات کاذکر ضرور کرتے ہیں اور دوہی بھائیوں کاذکر نہیں کرتے بلکہ بعض دوسری اختلافی روایات بھی نقل کرتے ہیں جن میں ایک مہاجر صحابی کی مواخات دو دو یا تین تین انصاری صحابہ سے معلوم ہوتی ہے، ان اختلافی روایات کا تجزیہ آگے آئے گا۔ (۱۷) بلاذری، انساب الاشراف، مرتبہ محمد حمیداللہ قاہرہ ۱۹۵۹ء اول، (ص ۷۱ ۔ ۲۷۰) (۱۸) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، جلد سوم (ص ۹، ۲۲، ۴۴، ۵۱، ۵۶، ۸۸، ۱۰۲، ۱۲۶ وغیرہ۔ (۱۹) ابن سعد نے مکی اور مدنی مواخات کی تفریق نہیں کی ہے بلکہ ہم نے کی ہے کیونکہ وہ ایک مہاجر کی دوسرے مہاجر سے مواخات کا ذکر کرتے ہیں جو حقیقت میں مکی عہد کی ہے، مگر ابن سعد کے مطابق وہ مدنی ہے کیونکہ وہ مہاجرین کے باہمی بھائی چارے کے بھی اسی طرح قائل ہیں جس طرح مہاجرین وانصار کے درمیان مواخات کے۔ (۲۰) ابن اسحاق/ابن ہشام، اول (ص ۲۶۷) ابوطالب سے قریشی اکابر نے جو شکایت کی تھی کہ انہوں نے تمھارے اور تمھارے آباء واجداد کے دین کی مخالفت کی اور تمھاری قوم کے اتحاد کو پارہ پارہ کردیا (وفرق جماعة قومك) اور ان کی عقلوں یا عقلمندوں کو حمایت آمیز ٹھہرایا۔ (ص ۷۱ ۔ ۲۷۰) پر ان کا ایک اور شکوہ نقل کیا ہے "..... وہ ایسا کلام لےکر آئے ہیں جو جادو ہے جس کے ذریعہ وہ آدمی اور اس کے باپ میں، انسان اور اس کے بھائی میں اختلاف پیدا کردیتا ہے، شوہر کو بیوی سے اور انسان کو اس کے خاندان (عشیرہ) سے جدا کردیتا ہے"۔ ایسی مثالیں اور شکوے بہت ہیں، اسلام لانے سے قبل حضرت عمرؓ کو بھی اس کی شکایت تھی۔ (۲۱) ابن ہشام، اول (ص ۳۴۹) حضرت عمرؓ نے جب مجلس قریش میں اپنے قبول اسلام کا اعلان واظہار کیا تو ان کو خوب زدوکوب کیا گیا، اسی دوران انکی زبان مبارک سے یہ جملہ نکلا " افعلوا مابدا لکم فاحلف باللّٰہ ان لوقد کنا ثلاث مئة (جل لقد) ترکنا هالکم لوترکتموها لنا.... " جو تمھارا جی چاہے کرو، اللہ کی قسم کھاتاہوں کہ اگر ہم تین سو مردان کار ہوگئے تو ہم اس کو (مکہ کو) تمھارے لیے چھوڑیں گے یا تم اس کو ہمارے لیے خالی کردوگے...." (بشکریہ معارف)

جناب پروفیسر افسر حسن صدیقی صاحب کراچی

حج کے حادثات اور سانحات کا تدارک کیسے ہو؟

دو دہائیوں کے حادثات کا ایک جائزہ

حج اسلام کی عبادت کا چوتھا رکن ہے اور انسان کی خداپرستی اور عبادت کا پہلا اور قدیم طریقہ ہے ۔ ہر عاقل وبالغ صاحب الستطاعت مسلمان پر یہ فرض ہے ۔قرآن کریم (آل عمران : ۹۷) میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :کہ " اور اللہ کے لیے لوگوں پر اس گھر (کعبہ) کا قصد کرنا فرض ہے جسکو اس راستہ کی (سفر) کی طاقت ہو اور جو (اس استطاعت کے باوجود) اس سے باز رہے تو اللہ دنیا والوں سے بے نیاز ہے " حج کے لفظی معنیٰ قصد اور ارادہ کے ہیں اور اس سے مقصود خاص مذہبی قصد وارادہ سے کسی مقدس مقام کا سفر ہے ۔ لیکن اسلام میں یہ سفر عرب کے شہر مکہ کی جانب ہوتا ہے،جہاں پر حضرت ابراہیمؑ کی بنائی ہوئی مسجد یعنی خانہ کعبہ کے گرد چکر لگانے اور مکہ کے مختلف مقدس مقامات میں حاضر ہوکر کچھ اداب و اعمال بجالانے کا نام ہے ۔ جب ایک مسلمان حج کے تمام ارکان کامیابی سے ادا کرلیتاہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ " حج اور عمرہ گناہوں کو اسطرح صاف کردیتے ہیں جسطرح بھٹی لوہے سونےاورچاندی کے میل اور کھوٹ کو صاف کردیتی ہے ،اور جومومن اس دن یعنی عرفہ کا دن احرام کی حالت میں گزراتا ہے اس دن کا سورج جب ڈوبتا ہے تو اسکے گناہوں کو لے کر ڈوبتا ہے ۔(نسائی وترمذی وطبرانی کبیر .بحوالہ الفوائد کتاب الحج جلد اول ص ۱۶۳) دنیا کے ہر مسلمان کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ یہ فرض انجام دے ۔ اب سے نصف صدی قبل تک حج کا سفر دشوار تھا کیونکہ رسل ورسائل محدود تھے اور بہت ہی شدید خواہش رکھنے والے انجام دیتے تھے ، لیکن آجکل سفری سہولتوں کے باعث کافی آسان ہوگیا ہے ۔ اب .بحری ، بری اور ہوائی ذرائع موجود ہیں ۔ اب ہر سال تمام دنیا سے تقریباً پچیس لاکھ حاجی حج کی سعادت حاصل کرتے ہیں ۔ پاکستان سے گذشتہ سال (۱۹۹۷ء) تقریباً سو لاکھ حاجیوں نے مکۃ المکرمہ کا سفر کیا اور یہ سارا سفر بذریعہ ہوائی جہاز تھا کیونکہ اس سال .بحری سفر کی سہولتیں دستیاب نہ تھیں ۔ .بحری سفر کا رواج تقریباً ختم ہوگیا ہے ۔ سفر کے اخراجات اس سال فی کس تریسٹھ ہزار (63,000/=) روپے سے کچھ اوپر تھے ، جو صرف متمول حضرات ہی برداشت کرسکے یا وہ غریب تھے جنہوں نے برسہا برس سے تھوڑا تھوڑا کرکے جوڑا تھا ، یہی حج اب سے بیس پچیس سال پہلے پندرہ ،

سولہ ہزار روپے تک میں ہوجاتا تھا لیکن ۱۹۸۱ء میں سفرحج کا خرچہ سترہ ہزار (۱۷۰۰۰) روپے تھا ، لیکن افراط زر کیوجہ سے اور یہ کہ ہر سال پاکستانی روپے کی قیمت دیگر ممالک کی کرنسیوں کے مقابلہ میں مستقل گررہی ہے ۔ ہوائی جہازوں کے کرایوں اور سفری اخراجات میں برابر اضافہ ہورہا ہے جسکی وجہ سے حجاج کرام کو زائد ادائیگیاں کرنی پڑرہی ہیں ۔ ہر چند سعودی حکومت حجاج کرام کیلئے ہر سال بہترین سہولتیں مہیا کرتی ہے لیکن اس کے باوجود پھر بھی کوئی نہ کوئی حادثہ کہیں نہ کہیں اور خاص طور پر منیٰ میں واقع ہوجاتا ہے ۔ ویسے تو گذشتہ دو دہائیوں میں کسی نہ کسی سال کوئی چھوٹا بڑا حادثہ پیش آتا رہا ہے لیکن گذشتہ سال (۱۹۹۷ء) منیٰ کا حادثہ اپنے پیچھے بڑی افسوس اور دکھ بھری غمگین یادیں چھوڑ گیا ہے ۔ آئیے دیکھیں کہ گذشتہ دودہائیوں میں کیا ہوا اور کیا مناسب تجاویز پیش کی جاسکتی ہیں ۔

حج ۱۹۸۷ء :- اس سال ایرانیوں سے جھڑپ میں چارسوجانوں کا نقصان ہوا ۔ سعودی اور ایرانی ایک دوسرے کو الزام دیتے رہے کہ ابتداء کس نے کی یا کس کی خطا تھی لیکن آج تک معلوم نہیں ہوا کہ واقعہ کیا تھا ۔

حج ۱۹۷۹ء :- میں خانہ کعبہ پر ایک مخالف گروہ نے قبضہ کیا جس سے سعودی حکومت اور حاجیوں کو بہت پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا ۔ بہرحال سعودی فوج اور فرانسیسی کمانڈوز نے اس قبضہ سے نجات دلائی لیکن دوسو افراد اس سانحہ میں مارے گئے ۔

حج ۱۹۸۹ء :- میں مکۃ المکرمہ میں دوشدید دھماکے ہوئے جس سے پورا مکہ ہل گیا اور سولہ افراد زخمی ہوئے اور ایک پاکستانی شہید ہوا ۔ ان دھماکوں کی آج تک کسی نے ذمہ داری قبول نہیں کی ۔

حج ۱۹۹۰ء :- اس سال سانحۂ مکہ اور منیٰ کو ملانے والی سرنگ میں دم گھٹنے اور بھگدڑ ہوا ۔ اس سرنگ میں برقی نظام کی خرابی کی وجہ سے ہوا کے اخراج کا نظام متاثر ہوا اور روشنی جاتی رہی جس سے زائرین میں ـــــ مچ گئی اور اس پانچ سومیٹر لمبی سرنگ میں 1424 زائرین اللہ کو پیارے ہوگئے جن میں 22 پاکستانی تھے ۔ اس سال منیٰ میں آگ لگنے کا بھی واقعہ ہوا جس سے 400 چارسو خیمے نذر آتش ہوگئے اور حاجیوں کا قیمتی سامان جل کر خاکـــ ہوگیا لیکن خوش قسمتی سے کوئی جانی نقصان نہیں ہوا ۔

حج ۱۹۹۳ء :- اس سال ۱۲ جون کو جبکہ سارے زائرین میدان عرفات میں خطبہ سننے گئے ہوئے تھے پانچ ہزار خیمے آگ لگنے سے مکمل جل گئے ، کہاجاتا ہے کہ ایک سوڈانی زائر کے خیمہ میں گیس

سلنڈر کے پھٹنے کی وجہ سے یہ آگ لگی تھی۔

حج ۱۹۹۴ء :- اس سال منیٰ میں شیطان کو کنکر مارنے والے راستہ پر افراتفری اور بھگدڑ کیوجہ سے 1000 زائرین لقمۂ اجل بن گئے جن میں تیرہ پاکستانی تھے۔ یہ سب بدحواسی اور بدنظمی کیوجہ سے ہوا۔

حج ۱۹۹۵ء :- اس سال منیٰ میں ایک سلنڈر کے پھٹنے کی وجہ سے پاکستانی زائرین کے نو ہزار خیمے جل کر راکھ کا ڈھیر ہوگئے۔ یہ واقعہ ایک بلند پہاڑی پر ہوا اور تیز ہواؤں نے آگ کو دور تک پھیلا دیا۔ اس میں تین پاکستانی فوت ہوئے۔

حج ۱۹۹۷ء :- اس سال منیٰ کے خیموں میں آگ لگنے کی وجہ مکتب نمبر ۲۰ میں ایک سلنڈر کے پھٹنے کی تھی۔ یہ بڑا اندوہناک واقعہ تھا۔ مختلف عینی شاہدین نے بڑے دردناک واقعات بیان کئے ہیں۔ مرنے والوں کی صحیح تعداد کا تو ابھی تک علم نہیں ہوا ہے لیکن سعودی حکومت کے مطابق 325 جاں بحق ہوئے جبکہ دوسرے ذرائع کے مطابق انکی تعداد 400 بتائی جاتی ہے۔ پاکستانی ذرائع کے مطابق ۹۴ پاکستانی زائرین ہلاک ہوئے، سات ہسپتال میں زیرعلاج ہے اور ۹، پاکستانی لاپتہ ہیں۔ ہلاک ہونے والوں کی شناخت کا مسئلہ دشوار طلب تھا کیونکہ یہ تمام غیرملکی تھے جنکا سعودیہ میں کوئی ولی وارث نہ تھا جو ان کا شناخت کرتا۔ غریب رشتہ دار کا پاکستان سے آمد ورفت کا خرچہ نہ ہونے کی وجہ سے سعودی عرب جانا ناممکن تھا اور بدقسمتی سے انکے پاس ایسی کوئی شناخت کی نشانی موجود نہ تھی اور اگر کوئی تھی بھی تو وہ جل گئی تھی۔ عینی شاہدین کے مطابق بہت سے لوگ تو اس وقت لقمۂ اجل بنے جب وہ خیموں سے نکل کر بسوں میں بیٹھ چکے تھے اور چلنے ہی والے تھے کہ اچانک اوپر سے اڑتے ہوئے سلنڈر میزائلوں کی طرح ان کے اوپر آگرے اور جل کر ختم کردیا اور بہت سے لوگ تنگ راستوں پر افراتفری اور بھگدوڑ میں کچلے گئے جنہیں پھیلتی ہوئی آگ نے جلد ہی جلاکر ختم کردیا۔ اس سانحہ کے بعد سعودی عرب کی حکومت نے کچھ حفاظتی قواعد وقوانین کا نفاذ کیا ہے جس سے یقیناً صورتحال بہتر ہوگی۔ چنانچہ اب گیس کے سلنڈر کی خرید وفروخت اور ان کا استعمال ممنوع قرار دیاگیا ہے اور کوشش کی جارہی ہے کہ زائرین کے خیمے آگ نہ پکڑنے والے (فائرپروف) کپڑے کے بنے ہوئے ہوں)۔

متذکرہ بالا مختلف سالوں میں حج کے زمانے میں پیش آنے والے حادثات یقیناً عالم اسلام میں ایک غم واندوہ کا تاثر دیتے ہیں، لیکن اگر اس پس منظر میں دیکھا جائے کہ یہ کتنا بڑا اجتماع ہوتا ہے اور اس کے لئے کتنے قسم کے دنیا کے مختلف ممالک سے آنے والے زائیروں کیلئے انتظامات

کرنے پڑتے ہیں، تو منتظم کو جو سعودی عرب ہے داد دینی پڑتی ہے، کیونکہ سعودی عرب کی حکومت حج کیلئے ہر سال لاکھوں اراکان حج اداکرنے والوں کو ممکن طریقہ پر بہترین سہولتیں مہیا کرتی ہے، لیکن اسکے باوجود بھی کہیں نہ کہیں کوئی سقم رہ جاتا ہے کیونکہ جہاں لاکھوں حاجیوں کا میلہ ہو وہاں حکومت کے انتظامات کے علاوہ حاجیوں پر اور ان کو بھیجنے والی حکومتوں پر زبرداست ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ زائرین کی صحیح طور پر رہنمائی کرلیں اور زائیرین بھی احتیاط اور تنظیم کا خیال رکھیں

سعودی حکومت جو اربوں ڈالر خرچ کرکے زائرین کیلئے مکۃ المکرمہ، منیٰ، عرفات مزدلفہ مدینہ اور ہر جگہ سہولتیں مہیا کررہی ہے۔ یقیناً وہ آفرین صدی آفرین ہے۔ یہ امر لائق تحسین ہے کہ پیٹرو ڈالر کو ضائع ہونے نہ دیا گیا اور ان کا مصرف پورے سعودی عرب میں نظر آتا ہے، تاہم مسلم امہ کی دعائیں انکے ساتھ ہیں۔ اللہ کرے قیامت تک مکہ اور مدینہ اور سارے سعودی عرب کی روشنیاں اور رونقیں قائم ودائم رہیں۔ (آمین)

حکومت سعودی عرب اور حکومت پاکستان کے غور کیلئے چند تجاویز درج ذیل ہیں۔

تجاویز:۔ نمبر ۱)۔ ہر چند کہ حکومت پاکستان زائرین کی گروپ بندی کیلئے اچھے افراد کا انتخاب کرتی ہے تاہم یہ ضروری ہے کہ گروپ لیڈر صحت مند ہو، عربی دان ہو تو بہت اچھا ہو، علاقے سے واقف ہو، ابتدائی امداد اور فائرفائٹنگ کی تربیت حاصل ہو۔ اگر یہ تربیت نہیں ہے تو روانگی سے قبل مہیا کی جائے۔

نمبر ۲)۔ برادر ملک انڈونیشاء کے زائرین کی طرح ہر زائر کے ہاتھ میں ہلکا سا لوہے کا کڑا پہنایا جائے جس پر زائر کا نام، ملک، پاسپورٹ نمبر اور مکتب نمبر درج ہو یہ روانگی کے وقت پہنایا جائے اور واپسی پر اتار لیا جائے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ ۱۵ اپریل ۱۹۹۷ء کے سانحہ منیٰ میں انڈونیشاء کی اس تدبیر سے اسکے سارے جلے ہوئے زائرین کی ان کڑوں کی بدولت آسانی سے شناخت ہوگئی جبکہ ہندوستان، پاکستان کے جلے ہوئے زائرین کی شناخت میں شدید مشکلات کا سامنا رہا۔

نمبر ۳)۔ سعودی حکومت موجودہ فائرفائٹنگ کے نظام کو قدرے وسعت دے اور بہتر بنائے۔ ہر مکتب میں جس میں چار سے چھ ہزار تک زائرین ہوتے ہیں ہر چار خیموں کے بعد یا ہر احاطہ مین تھوڑے تھوڑے فاصلے پر ایک ایک دستی آگ بجھانے کے سلینڈر (فائر ایکسٹنگویشر) رکھ لئے جائیں اور ہر مکتب کے ساتھ ایک ذیلی چھوٹا سا فائرفائٹنگ اسٹیشن قائم کیا جائے تاکہ خدانخواستہ کسی سانحہ پر بروقت کاروائی کی جاسکے۔ جہاں تک تکنیکی عملہ کا تعلق ہے یہ مسلم ممالک سے دستیاب ہے۔

اخراجات خود سعودی حکومت جو ماشاء اللہ اس قابل ہے برداشت کر سکتی ہے ورنہ مسلم ممالک اس کو سعادت سمجھ کر برداشت کرلینگے تین دن کے لیے یہ انتظامات بہ آسانی کئے جاسکتے ہیں۔

نمبر۴)۔ منیٰ کے قیام کے دوران زائرین کو ہلکا پھلکا پکا ہوا کھانا تیار بصورت لنچ بکس مہیا کرنا چاہئیے اسکی قیمت زائرین کے مقررہ اخراجات میں شامل کی جاسکتی ہے۔ورنہ سچ پوچھیئے تو سعودی حکومت جیسے مالدار ملک کیلئے یہ بھی کچھ مشکل نہیں ہے۔ اس سہولت سے خیموں میں چوری چھپے چولھے لانے کی حوصلہ شکنی ہوگی اور تمام ماحول صاف رہے گا۔ لوگ کھانا پکانے کی زحمت سے بچ جائینگے۔

نمبر ۵)۔ تمام زائرین کو آرام دہ نئی بسیں مہیا کی جانی چاہیئے اور ہر زائر کی اپنی ایک سیٹ ہونی چاہئیے جس طرح اس سال انڈونیشاء کے زائرین کو مہیا کی گئی تھیں۔ اس میں تفریق نہیں ہونی چاہیئے۔ ایک زائر کے مطابق اس سال دس ہزار پاکستانی زائرین کو صرف چھ پرانی بسیں مہیا کی گئی تھیں جس سے ان کو تکلیف کا سامنا ہوا۔

نمبر۶)۔ منیٰ میں ہر مکتب میں گنجائش کے مطابق رہائش مہیا کرنی چاہئیے۔ گذشتہ سال (۱۹۹۷ء) میں مکتب (۲۱) میں زائرین کے قیام کی گنجائش ۴۲۰۰ تھی لیکن ۶۵۰۰ زائرین کو رہائش دی گئی تھی گویا ۲۳۰۰ زائرین گنجائش سے زیادہ قیام پذیر تھے۔

نمبر۷)۔ ہر چند کہ سعودی عربیہ نے اربوں ڈالر خرچ کرکے حجاج کرام کی سہولتوں میں اضافہ کیا ہے۔ بحری اور ہوائی بندرگاہوں کو وسعت دی ہے۔ سہولتوں سے مزین کیا ہے لیکن منیٰ میں مستقبل قریب میں ایسا کوئی منصوبہ نظر نہیں آتا۔ موجودہ جگہ کے آس پاس میدان اور پہاڑی علاقوں میں گنجائش نکالی جاسکتی ہے۔ اگر مستقل بنیادوں پر ایک کنکریٹ کا رہائشی اسٹرکچر منیٰ میں تعمیر کردیا جائے جس پر صرف عارضی طور پر خیمے لگانے کی گنجائش باقی رہے مطلب یہ ہے کہ صرف چھتری لگانی پڑے۔ باقی سہولتیں میسر ہوں اس پر غور کیا جاسکتا ہے۔

نمبر۸)۔ حکومت پاکستان حج کے لیے خدام اور والنٹئر کا انتخاب سچا جذبہ رکھنے والے افراد میں لے کرے انکی باقاعدہ تربیت ہونی چاہیئے۔ عربی داں ہوں، اور یہاں کے قواعد وعلاقوں سے واقف ہوں تاکہ حج کے دوران صحیح خدمت انجام دے سکیں۔ ہوتا کیا ہے کہ لوگ خوشی میں چلے تو جاتے ہیں لیکن وہاں خادم کے بجائے خود زائرین بن جاتے ہیں اور اپنا فرض بھول جاتے ہیں۔

حرمین شریفین کی توسیع :- حال ہی میں ٹیلی ویژن پر مکۃ المکرمہ اور مدینۃ المنورہ کی توسیع سے متعلق دو تعمیراتی دستاویزی فلمیں دیکھنے کا اتفاق ہوا جس نے شاہ فہد اور ان کے رفقاء کار کی

اسلام سے محبت اور حجاج کرام کو سہولتیں فراہم کرنے کی خواہشات کا اندازہ ہوا ، دونوں مساجد کی توسیع میں ماڈرن عالمی تکنیکی سہولتوں کو بروئے کار لایا گیا ہے اور تعمیرات کو انتہائی مضبوط اور خوبصورت بنانے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی ۔ فلم بینی کے دوران بار بار دل سے دعا اور زبان سے واہ واہ نکلتی رہی ۔ یہ منصوبہ اربوں ریال کی خطیر رقوم خرچ کر کے اب پایہ تکمیل کو پہنچ گیا ہے ۔ شاہ فہد اور انکے رفقاء اور انکے پیش رو ، برادران وبزرگان کی یہ تمام مساعی جمیلہ ، عزم وہمت اور اسلام سے محبت کی داستان یقیناً اسلامی تاریخ میں سنہرے حروف سے رقم کی جائیگی اور آنے والی مسلمان نسلیں خصوصاً حجاج کرام ان سب کو ہمیشہ اظہار تشکر ، محبت اور دعاؤں سے یاد رکھیں گے ۔

OOOOOOOOO

ماہنامہ الرشید مارچ ۹۸ء کی خصوصی اشاعت
مولانا انعام الحسن نمبر
امیر تبلیغی جماعت
۱۹۶۵ء تا ۱۹۹۵ء
۷۵۰ صفحات، سائز کلاں ۔ قیمت/۲۵۰ روپے
الرشید کا سالانہ چندہ/۱۵۰ روپے بھیجکر/۱۵۰ روپے میں
گویا ۳۰۰ روپے میں سال بھر ماہنامہ الرشید اور خصوصی نمبر بھی،
ماہنامہ الرشید، ۲۵ لوئر مال، لاہور ۔ فون ۔ ۷۱۱۱۸۹۹

جناب محمد طیب مظہر گوجروی صاحب

اسلام اور نظام ٹیکس

موجودہ زمانے میں ہر ملک کی حکومت معاشی ترقی اور لوگوں کی فلاح وبہبود کیلئے کوشش کرتی ہے۔ بیرونی دشمنوں سے بچاؤ کیلئے فوج رکھتی ہے۔ ملک کے اندر امن وامان برقرار رکھنے کیلئے پولیس اور عدل وانصاف کے تقاضے پورے کرنے کیلئے عدالتیں قائم کرتی ہے۔ معیشت کے مختلف شعبوں مثلاً زراعت، صنعت، تجارت، مواصلات اور بنکاری وغیرہ کی ترقی کیلئے مناسب اقدامات کرتی ہے۔ ملک کے مادی اور انسانی ذرائع سے بھرپور فائدہ اٹھانے اور کامل روزگار (Full Employment) کی سطح برقرار رکھنے کیلئے منصوبہ بندی کرتی ہے۔ ان تمام مقاصد کیلئے حکومت کو روپے (مالیات) کی ضرورت ہوتی ہے۔ لہذا وہ مختلف قسم کے ٹیکس نافذ کرتی ہے۔ بعض اوقات ملک کے اندر اور باہر سے قرضہ بھی لیتی ہے۔ عہدحاضر میں حکومت کے محصولات (یعنی ٹیکس) اور اخراجات کا ملک کی قومی آمدنی اور اسکی تقسیم پر گہرا اثر پڑتا ہے۔ نیز اس سے روزگار کا معیار معاشی جدوجہد، کاروبار اور تجارت بھی متاثر ہوتی ہے۔ موجودہ دور میں کسی حکومت کی آمدنی کا بیشتر انحصار ٹیکسوں کی مدد سے حاصل ہونے والی آمدنی پر ہوتا ہے۔

ٹیکس کی تعریف:- (نمبر ۱) پروفیسر ڈالٹن کہتے ہیں " محصول وہ لازمی مطالبہ ہے جو حکومت کی جانب سے رعیت پر عائد کیا جاتا ہے " (۱)۔ (نمبر ۲) انسائیکوپیڈیا آف دی سوشل سائنسز میں اسکی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے " محصول (ٹیکس) سے مراد وہ رقم یا قیمتی چیزیں ہیں جو حکومت مختلف افراد اور جماعتوں سے بذریعہ قانون لازماً حاصل کرتی ہے "۔ Page(1) 26 / Page 521

ٹیکس کی خصوصیات:- ٹیکس کی دو خصوصیات بڑی نمایاں ہیں۔

(۱) اسکی ادائیگی لازمی ہوتی ہے۔ (۲) یہ حکومت کے عام مقاصد کیلئے وصول کیا جاتا ہے۔

یہ یاد رہے کہ اس سے ٹیکس دہندہ کو براہ راست کوئی فائدہ نہیں پہنچتا بلکہ رقم تمام لوگوں کے مجموعی مفاد کیلئے خرچ کردی جاتی ہے۔

حکومت کی ضروریات کو پورا کرنا نہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ معاشرہ کی فلاح وبہبود بھی پیش نظر ہونی چاہیئے ۔ جدید دور میں حکومتوں کے عائدکردہ ٹیکس بے مقصد کاموں اور برسراقتدار طبقہ کی عیاشیوں کی نذر ہوجاتے ہیں جس کی وجہ سے معاشرہ پر منفی اثرات پڑتے ہیں ۔ اسلام کے پیش نظر یہ مقصد بھی ہے کہ ٹیکسوں کے ذریعے معاشرہ میں معاشی تفاوت کو کم سے کم کیا جائے ۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتے ہیں " کی لایکون دولۃ بین الاغنیاء منکم " (الحشر،)

آقائے صلے و سلم فرماتے ہیں :" توخذمن اغنیاء ھم فترد علی فقراء ھم " (مسلم کتاب الایمان)

(۳) **اصول عدل وانصاف** :- اسلامی ریاست میں ٹیکس وصول کرتے وقت اصول عدل کو پیش نظر رکھا جاتا ہے ۔ مسلمانوں اور غیر مسلموں سے انکی مالی حیثیت کے مطابق ٹیکس لیا جائیگا ۔ زکوۃ کا ایک نصاب مقرر ہے اس سے کم دولت رکھنے والوں سے زکوۃ نہیں لی جاتی ۔ ایک روایت میں ہے کہ نبی کریمؐ نے ایک محصل زکوۃ کو بھیجا تو وہ زکوۃ وصول کرکے آپ کے پاس پختہ عمر کے اونٹ لے آیا ۔ یہ دیکھ کر آپؐ نے فرمایا " تم خود بھی تباہ ہوئے اور دوسروں کو بھی تباہ کیا " اس نے جواب دیا میں ایک پوری عمر کا اونٹ لیکر اس کے عوض دو ایک سالہ اونٹ دے دیا کرتا تھا ۔ آپ نے فرمایا آئندہ ایسا نہ کرنا ۔ (۴) امام ابویوسفؒ کتاب " الخراج" میں ایک روایت نقل کرتے ہیں ۔ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کے سامنے سے صدقہ کی بکریاں گزریں جن میں سے ایک بڑے تھن والی تھی ۔ آپ نے دریافت فرمایا یہ کیسی ہے ۔ لوگوں نے جواب دیا یہ صدقہ کی بکریوں میں سے ایک ہے ۔ اس پر سیدنا عمرؓ نے فرمایا : اس کے مالک نے اسے راضی خوشی نہ دیا ہوگا ۔ تم لوگ عوام کی کوئی چیز زبردستی نہ لیا کرو اور صدقہ میں انکے ضررات کو نہ لیا کرو ۔ (ضررات سے مراد لوگوں کے بہترین اموال سے تھی) ۔ عامر الشعبی فرماتے ہیں " صدقہ کی تحصیل میں زیادتی سے کام لینے والا اس شخص کی طرح ہے جو اسے ادا کرنے سے انکار کردے " (کتاب الخراج ص ۱۳۷)

اصول شفقت ومحبت :- حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے مجھے بحرین کا عامل بناکر بھیجا ۔ میں سال کے آخر میں وہاں سے آپ کیلئے دو تھیلیاں لایا جن میں پانچ لاکھ درہم تھے ۔ انہیں دیکھ کر آپ نے فرمایا میں نے آج تک اس سے زیادہ مال یکجا نہیں دیکھا ۔ اس میں کسی مظلوم کا مارا ہوا حق یا کسی یتیم اور بیوہ کا غصب کیا ہوا مال تو شامل نہیں ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا نہیں ۔ خدا کی قسم ایسا ہوتو سب سے برا آدمی میں ہی قرار پاؤں کہ سارا فائدہ تو آپ کے حصہ میں آئے اور سارا وبال میرے سر پر پڑے ۔ (کتاب الخراج ص ۳۶۵)

حضرت سعید بن زیدؓ فرماتے ہیں کہ انکا گذر شام کے علاقہ میں کچھ ایسے لوگوں کے پاس سے ہوا جن کو دھوپ میں کھڑا کیا گیا تھا۔ انہوں نے دریافت کیا کہ یہ کیا معاملہ ہے تو انہیں بتایا گیا کہ یہ لوگ جزیہ ادانہ کرنے کی بنا پر دھوپ میں کھڑے کئے گئے ہیں۔راوی فرماتے ہیں کہ یہ بات انکو بری معلوم ہوئی اور انہوں نے انکے امیر کے پاس جاکر اس سے یہ کہا کہ میں نے رسول کریمؐ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ جو انسان انسانوں کو عذاب دیگا اسے اللہ عذاب دے گا۔ (کتاب الخراج ص ۳۸۸)

اصول سہولت:- اس کا مفہوم یہ ہے کہ ٹیکس دہندگان سے ٹیکس اس وقت وصول کیا جائے جب وہ آسانی سے دے سکیں۔ اگر زرعی ٹیکس ہے تو فصل پکنے کے بعد لیا جائے تاکہ کسان پر بوجھ محسوس نہ ہو۔ امام ابوعبیدالقاسم بن سلامؒ اپنی شہرہ آفاق تصنیف "کتاب الاموال" میں رقمطراز ہیں: " حضرت سعید بن عبدالعزیزؒ کہتے ہیں کہ سعید بن عامر بن حذیم حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت عمرؓ نے ان پر کوڑا اٹھایا، اس پر سعید نے کہا کہ آپ تو بات سے پہلے سزا دینے لگے۔ بہرحال اگر آپ سزادیں گے تو ہم صبر کریں گے۔ اگر آپ معاف کردیں تو ہم شکرگزار ہوں گے۔ اور اگر آپ کو ہم سے کوئی شکایت ہے تو ہم اس شکایت کے ازالہ کی کوشش کریں گے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا بس یہی مسلمان کا فریضہ ہے۔ اب بتاؤ تم نے خراج کی رقم داخل کرنے میں اتنی دیر کیوں لگائی۔ انہوں نے جواب دیا: آپ نے ہمیں حکم دے رکھا ہے کہ کاشتکاروں سے چار دینار سے زیادہ وصول نہ کریں چنانچہ ہم بھی اس سے زیادہ کا ان سے مطالبہ نہیں کرتے۔ البتہ ہم نے انہیں فصلیں کٹنے تک مہلت دے دی ہے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا جب تک میں زندہ ہوں تمھیں اس عہدہ سے معزول نہیں کروں گا۔ (کتاب الاموال ص: ۱۶۵)

اصول حلال وحرام:- اسلامی ریاست میں صرف حلال اشیاء اور حلال کاموں پر ہی ٹیکس عائد کیے جاتے ہیں۔ حرام اشیاء اور حرام کاموں پر ٹیکس نہیں لیا جاتا۔ امام ابوعبید کتاب " الاموال" میں رقمطراز ہیں:- حضرت عبداللہ بن ہبیرہ سبائی سے روایت ہے کہ عتبہ بن فرقد نے حضرت عمرؓ کو شراب کا ٹیکس وصول کرکے چالیس ہزار درہم بھیجے، اس پر حضرت عمرؓ نے انہیں لکھا: " تم نے مجھے شراب کا ٹیکس بھیج دیا۔ حالانکہ مہاجرین کے مقابلہ میں تم اس کے زیادہ حقدار تھے۔ پھر آپ نے فرمایا۔ بخدا اس کے بعد میں تمھیں کسی چیز کی خدمت کیلئے بھی مامور نہ کروں گا"۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے عدی بن ارطاۃ کو لکھا: " مجھے اپنے پاس آنے والے اموال کے بیچ رہنے والے حصے کے متعلق مطلع کرو کہ وہ کہاں سے آیا۔ چنانچہ انہوں نے مختلف اصناف سے وصول ہونے والی

عصرِ حاضر میں دنیا اسلام خاص طور پر اسلامی جمہوریہ پاکستان کے ارباب اقتدار جب تک رسول کریمؐ کی اتباع میں قائم نظام راشدہ کا نفاذ نہیں ہوتا یہ ملک ناگفتی صورت کو دلدل سے کبھی نہیں نکل سکتا۔ وہی پاکیزہ نظام ہی ہمارے مسائل اور پریشانیوں کا حل ہے۔

ع وہی چراغ جلاوگے تو روشنی ہوگی

کتابیات۔ (۱) اسلامی معاشیات ایم اے منان (۲) اسلامی معاشیات مظفر حسین
(۳) اسلامی معاشیات ابوالاعلیٰ مودودی (۴) اصول معاشیات پروفیسر منظور علی ایم اے
(۵) معاشیات جدید شیخ مبارک علی (۶) نظریاتی معاشیات ڈاکٹر محمد حسین چودھری
(۷) اسلام اور جدید اقتصادی نظریات منظور حسین چیمہ (۸) کتاب الخراج امام ابو یوسف
(۹) کتاب الاموال امام ابو عبید (۱۰) صحیح مسلم کتاب الایمان مسلم بن حجاز
(۱۱) قرآن مجید۔ الحشر، البقرہ ۲۸۰ (۱۲) The Principle of Public Piance P - 26
International Encyclopiedia of social science Vol:15 Page 521

(XXXXXXXX)

قومی خدمت ایک عبادت ہے
اور
سروس انڈسٹریز اپنی صنعتی پیداوار کے ذریعے
سال ہا سال سے اس خدمت میں مصروف ہے
Servis
قذافی حسین قذافی ۲۱۲

بسلسلہ جدید سائنس

جناب حسن نعمان صاحب (ٹوکیو)

ڈاکٹر ولموٹ کلون بھیڑ کا خالق نہیں

اس نے پہلے سے کسی شکل میں موجود ایک چیز کی پرورش کرکے اسے دوسری صورت میں دنیا کے سامنے پیش کر دیا

ڈاکٹرولموٹ کے عمل کلوننگ کی کامیاب کوششوں کی مزید تشریح کرنے سے پہلے ایک غلط فہمی کا ازالہ کرنا ضروری محسوس ہوتا ہے جو اس موضوع پر انگریزی اخبارات وجرائد میں شائع ہونے والے مضامین کے مطالعہ سے پیدا ہوتی ہے۔ ان مضامین میں جگہ جگہ بات کو اس انداز میں پیش کیا گیا ہے کہ گویا ڈاکٹرولمٹ نے ایک کلون بھیڑ "بنائی" یا "تخلیق" کی ہے۔ اس انداز بیاں کو اختیار کرنے والوں میں یقیناً ایسے بھی ہوں گے جو مذہب پر یقین اور اس سے لگاؤ رکھتے ہوں گے۔ اور عبادات کی پابندی کرنے والے بھی ہوں گے، لیکن مغرب کی تہذیب اور تعلیم نے لوگوں کو جو اندازفکر دیا ہے وہ یہ ہے کہ مذہب کا نہ سیاست سے کوئی تعلق ہے، اور نہ ہی سائنس اور دیگر اجتماعی معاملات زندگی سے بلکہ یہ سراسر لوگوں کا انفرادی معاملہ ہے۔ اور اس کے تقاضے کچھ عبادات کی ادائیگی کے سوا اور کچھ نہیں۔ اس طرز فکر کو مختصراً سیکولرازم کہا جاتا ہے۔

سیکولرازم ے ۔ ول جب اپنی چشم تعصب سے مظاہر فطرت کا نظارہ کرتے ہیں، تو انہیں سب کچھ نظر آتا ہے سوائے اللہ یا خدا کی ذات کے۔ اور اگر کبھی وہ حقیقتوں کو تسلیم کر لینے کی توفیق پا بھی لیں تو اظہار حقیقت میں یہ خوف آڑے آتا ہے، کہ اس کے نتیجہ میں تو وہ "ترقی یافتہ" اور "تعلیم یافتہ" کی بلند مسندوں سے "مذہبی ملاؤں" کی سطح پر آن گریں گے۔ اسی ڈرامہ اور خوف کی وجہ سے جو مغرب سے ذہنی مرعوبیت کی بناء پر ان میں پیدا ہوچکا ہے وہ ہر چیز کو اس کے مقام سے ہٹا کر اور تعصب کی آنکھ سے دیکھنے کے عادی ہوگئے ہیں۔ ذاتی زندگی میں وہ خواہ چرچ یا مسجد جانے والے ہوں لیکن جب وہ خود یہ کہتے ہیں کہ کلون بھیڑ ایک ڈی این اے کی ترقی یافتہ شکل ہے تو پھر وہ کیسے ڈاکٹرولمٹ کو (نعوذ باللہ) اس کا "خالق" یا

"بنانے والا" قرار دے سکتے ہیں۔ کسی بچہ کو اس کی ماں کے بجائے اگر کسی نرس یا دائی نے پرورش کیا ہو تو کیا وہ اس بچہ کی ماں کہلاتی ہے؟ اگر نہیں تو پھر ڈاکٹر ولموٹ کو کلون بھیڑ کا خالق قرار دینا کیونکر درست ہو سکتا ہے۔ جبکہ وہ خود کہتے ہیں کہ ڈاکٹر ولموٹ کسی بھیڑ کے پستان کے ایک ڈی این اے کو ترقی دے کر اس ڈی این اے میں قدرت نے پہلے سے جو امکانات پوشیدہ کر رکھے تھے، انہی کو بروئے کار لانے میں کامیاب ہوا ہے۔ اس کے عمل کو "ترقی دینا" یا کسی ڈی این اے کی "پرورش" تو قرار دیا جا سکتا ہے لیکن اس کو "بنانا" یا "تخلیق کرنا" نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ کسی شے کو "بنانا" یا "تخلیق" کرنا سے مراد یہ ہوتی ہے کہ اس شے کو عدم سے وجود میں لایا گیا ہو۔ پہلے کسی شے کا کسی بھی شکل میں کوئی وجود نہیں ہو اور اس کو وجود بخشا جائے تو اس عمل کو "تخلیق" کرنا یا "بنانا" کہا جا سکتا ہے۔ ڈاکٹر ولموٹ نے ایک شے کی، جو پہلے سے شکل میں موجود تھی، "پرورش" کر کے ایک دوسری شکل میں دنیا کے سامنے پیش کیا۔ یہ عدم سے وجود میں لانے کا عمل نہیں تھا بلکہ سائنسی تکنیک کے ذریعہ وجود کی ایک شکل کو دوسری شکل میں بدلنے کا یا تبدیل کرنے کا عمل تھا۔ اگر کوئی شخص پانی سے برف یا بھاپ بنا دے تو اسے پانی یا بھاپ کا خالق قرار نہیں دیا جا سکتا۔

ایک بچہ بچپن سے جوانی کی منزل عبور کر کے بڑھاپے تک پہنچ جاتا ہے لیکن اس کے ماں باپ کبھی بھی اپنے آپ کو اس کا "خالق" نہیں سمجھتے۔ کیونکہ اس بچہ کے ناک نقشہ یا خصوصیات جو پیدائشی طور پر اس میں ہوتی ہیں ان میں سے کسی ایک کی تخلیق میں بھی ماں باپ کی شعوری کوششوں کا ذرہ برابر کوئی دخل نہیں۔ اسی طرح جب ایک ڈی این اے کو "ترقی" دے کر یا اس کی "پرورش" کر کے ایک کلون بھیڑ میں تبدیل کیا گیا تو اس میں انہیں اس ڈی این اے اور اس کلون بھیڑ کا "خالق حقیقی" نظر نہیں آتا۔ مذہب کے خلاف ان کا تعصب انہیں مجبور کرتا ہے کہ وہ ایک زندہ جاوید حقیقت کو دیکھ کر بھی ایک دائی یا نرس کی طرح کسی بچہ کی پرورش کرنے والے کو وہ اس کا "خالق" قرار دے دیں، اور الٹا الزام مذہب کے نام لیواؤں پر لگایا جاتا ہے کہ یہ "تنگ نظر" اور "متعصب" ہوتے ہیں۔

ڈاکٹر ولموٹ ایک بھیڑ تو کیا بنائے گا، اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک میں فرماتا ہے کہ تم ایک حقیر سی مکھی بھی نہیں بنا سکتے اور وہ تم سے کوئی چیز چھین لے جائے تو اسے واپس بھی نہیں لے سکتے۔ یہ ہماری سائنسی پرواز کی وہ حد ہے کہ جہاں ہم کبھی نہیں پہنچ سکیں گے کسی مکھی جیسی چھوٹی

مخلوق کو بنانا تو درکنار ہماری سائنس اس حد تک بھی ترقی نہیں کر سکے گی کہ وہ مکھی جو چیز ہم سے چھین لے جائے اسے ہم سائنس کے کسی ٹیکنالوجی کے زور سے واپس حاصل کر سکیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں فرمایا ہے کہ

ترجمہ :- اے لوگو! تمھیں ایک مثال بتائی جاتی ہے ، اس کو غور سے سنو۔ جو لوگ اللہ کے سوا کسی دوسرے معبود کو پکارتے ہیں وہ ایک مکھی بھی تخلیق نہیں کر سکتے خواہ وہ سب اکھٹے ہو کر کتنی ہی کوشش کیوں نہ کرلیں اور اگر کوئی مکھی ان سے کوئی چیز چھین کر لے جائے تو وہ اس سے واپس نہیں لے سکتے ہیں۔ کس قدر کمزور ہیں یہ پکارنے والے بھی اور وہ جنہیں پکارا جاتا ہے۔ (حج ۷۳)

اس آیت کریمہ میں دونوں گروہوں کو چیلنج کیا جارہا ہے۔ اللہ کے سوا جن دوسرے معبودوں کو جو لوگ مدد کیلئے پکارتے ہیں، ان لوگوں کو بھی اور ان معبودان باطل کو بھی، اور اس چیلنج سے پہلے ایک فقرہ یہ ہے کہ "یاایھاالناس" اے ساری دنیا کے لوگو۔ اس میں اسلام کے ماننے والے اور نہ ماننے والے سب شامل ہیں۔ ان سب کو مخاطب کر کے کہا جارہا ہے کہ " ضرب مثل " تمھارے سامنے ایک مثال لائی جارہی ہے ۔ یہ فقرہ یہیں ختم ہوسکتا ہے کہ اے لوگو! تمھارے سامنے مثال رکھی جارہی ہے لیکن اس کے آگے یہ بھی ہے کہ " فاستمعوالہ" یعنی اس مثال پر خوب کان دھرو۔ یہ غالباً پورے قرآن میں واحد مثال ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ نے مثال کی تفصیل میں جانے سے پہلے قارئین کی توجہ اس بات پر مبذول کروائی ہے کہ دیکھو میں ایک مثال دے رہا ہوں اس کو اچھی طرح کان کھول کر سنو اور بڑے غور وفکر سے کام لو۔ اس مثال کو سامنے لانے سے قبل اس پر توجہ اور غور کی دعوت اللہ کی طرف سے دی جارہی ہے کہ دیکھو ایک کیسی کھلی اور زبردست حقیقت ہے جس کی طرف سے تم نے آنکھیں بند کی ہوئی ہیں۔ یہ مثال کیا ہے ایک ایسی نمایاں حقیقت ہے کہ اگر تم اس پر غور کرو گے تو تمھیں اپنی غلطی اور کمزوری بھی صاف نظر آجائے گی اور جن معبودان باطل کو تم پکار رہے ہو ان کی مجبوری اور بے لبی بھی صاف سامنے آجائے گی۔ تم بھی اور تمھارے معبودان باطل بھی اللہ کو چھوڑ کر کسی اور طاقت کی طرف دیکھ رہے ہوں تو نہ صرف یہ غلطی ہے بلکہ تمھاری اس نااہلی کا ثبوت بھی اس مثال سے تمھارے سامنے آجائے گا کہ جب تم اس دنیا میں ایک مکھی جیسی حقیر و چھوٹی سی چیز بھی تخلیق نہیں کر سکتے تو اسطرح کے معبودان باطل تمھارے کس کام آسکتے ہیں اور تم کیسے بے وقوف اور کمزور ایمان وعقل کے بندے بنے ہوئے ہو کہ ایسے کمزور معبودوں کو اپنا حاجت روا اور فریادرس سمجھ کر انہیں

اپنی مدد کے لئے پکار رہے ہو جب مکھی جیسی حقیر چیز کو بنانے کے قابل نہ ہونا اتنی بڑی نااہلی ہے تو ایسے کمزور لوگوں کو مدد کے لئے پکارنا کیسی ناسمجھی کی بات ہوگی، اس کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

کسی بے جان چیز کے معاملہ میں تو اس کا امکان ہے کہ کسی چیز کو آدمی بظاہر عدم سے وجود میں لے آئے خواہ اس میں بھی اس نے اللہ کی بنائی ہوئی چیزوں استعمال کیا ہو۔ جیسے ایک موٹر کار یا ہوائی جہاز بنالیا جن کا وجود پہلے نہیں تھا لیکن مختلف اشیاء کو جو پہلے سے نظام فطرت میں ان ساری خصوصیات کے ساتھ موجود تھیں جنہیں بروئے کار لاکر موٹر یا ہوائی جہاز کی شکل دے۔ اللہ کی بنائی ہوئی اس توانائی کی مدد سے جو اس نے بھاپ، بجلی یا ایٹم میں رکھی ہے، حرکت میں لایا گیا۔ لیکن ایک بے جان چیز کو جاندار بنانے کا عمل تو قطعی ناممکن ہے۔ یہ اللہ کا چیلنج ہے کہ تم کسی بے جان نقشہ یا صورت میں روح نہیں پھونک سکتے۔ ایک مکھی کی شکل کی کوئی چیز کیمیاوی اجزاء سے اسی آنکھ ناک نقشہ کی بنائی جاسکتی ہے، لیکن اس میں روح پھونکنا کہ وہ ایک بے جان سے جاندار مکھی بن جائے، سائنس کے بس کا روگ نہیں، خواہ وہ کتنی ہی ترقی کرلے۔

ڈاکٹر ولموٹ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کے سامری جادوگر کی طرح کوئی بچھڑا بناکر اس میں سے آوازیں نکالنے سے ملتا جلتا کوئی کام نہیں کیا۔ انہوں نے یہ نہیں کیا کہ ایک بے جان بھیڑ بناکر اس میں روح پھونکی ہو اور اس بھیڑ کا نام ڈولی رکھ دیا ہو۔ وہ خود اس کو "کلون" بھیڑ کہہ رہے ہیں، یعنی عدم سے ہستی کا جامہ پہننے والی بھیڑ نہیں بلکہ ایک ایسی بھیڑ ہے جو پہلے سے کسی شکل میں موجود تھی اسی کو "کلون" کرکے یا پرورش کرکے یہ نئی بھیڑ بٹی کی گئی ہے اور وہ بھی کسی اور بھیڑ کے رحم مادر میں نہ کہ کسی لیبارٹری میں ایسے عمل کو " عمل تخلیق" کیسے کہا جاسکتا ہے؟۔

نہ صرف یہ کہ کوئی سائنس دان یہ روح پھونکنے والی تخلیق نہیں کرسکتا بلکہ اللہ کا چیلنج یہ بھی ہے کہ اگر وہ مکھی تم سے کوئی چیز چھین لے جائے تو تم اسے واپس بھی نہیں لے سکتے۔ مثلاً لیبارٹری میں ایک مکھی کو کسی کھانے کی چیز پر بٹھاکر اسے فوراً چمٹی سے پکڑکر، جو کچھ اس نے اٹھایا ہے، اس سے چھیننے کی کوشش کا خیالی پلاؤ تو پکایا جاسکتا ہے لیکن عملاً اس کوشش میں کامیابی ممکن نہیں۔ جیسا کہ شہد کی مکھی کے بارے میں ہمیں معلوم ہے کہ وہ پھولوں کا رس چوستی ہے تو یہ رس اس کے پیٹ کے اندر جاتے ہی شہد کی شکل اختیار کرلیتا ہے۔ وہ رس کی شکل میں کہیں رہتا ہی نہیں تو اس رس کو کیونکر شہد کی مکھی سے واپس چھینا جاسکتا ہے؟ وہ کسی شے

کو چھینتی ہے تو اپنے ہاتھ پاؤں سے نہیں، منہ سے چھینتی ہے اور فوراً پیٹ میں منتقل کر دیتی ہے جہاں جاکر اس چیز کی ماہیت ہی بدل جاتی ہے اور وہ چیز اپنی ابتدائی شکل میں کہیں موجود نہیں رہتی اس لئے لیبارٹری میں مکھی کو چمٹی سے پکڑ کر اس شے کو واپس لینے کی کوشش میں کامیابی کا کوئی امکان نہیں۔

یہ تو تھی شہد کی مکھی کی بات، کہا جاسکتا ہے کہ کچھ مکھیاں منہ سے فوراً کسی چیز کو پیٹ میں منتقل نہیں کرتیں بلکہ اپنے پیروں یا ڈنکوں سے کسی چیز کو پکڑتی ہیں اور دوسرے مرحلہ میں انہیں اپنے پیرے سے منہ کی طرف منتقل کر کے اس چیز کو کھاتی ہیں۔ تو بظاہر اس صورت میں ایک نظری امکان یہ موجود رہتا ہے کہ جب کسی مکھی نے اپنے پیروں یا ڈنکوں سے کسی چیز کو پکڑا اسی مرحلہ پر اس مکھی کو لیبارٹیری میں چمٹے سے پکڑ کر اس چیز کو واپس چھین لیا جائے۔ لیکن ذرا اس واپس لی ہوئی چیز تجزیہ تو کر کے دیکھیے یہ اس چیز سے بہت مختلف ہو چکی ہوگی جو مکھی نے ابتداءً ہم سے چھینی تھی۔

ہم میں سے اکثر جانتے ہیں کہ جیسے ہی مکھی کا پاؤں یا جسم کا کوئی حصہ کسی کھانے کی چیز پر لگتا ہے تو فوراً ایسے کیمیاوی مادے چھوڑتی ہے کہ اس چیز کی ابتداء ماہیت ہی بدل جاتی ہے اور اگر وہ چیز واپس مل بھی جائے تو وہ چیز بھی اور ہر وہ خوردنی چیز بھی جس پر کوئی مکھی ایک دفعہ بیٹھ جائے تو سائنس یہ کہتی ہے کہ وہ حفظان صحت کے حوالے سے کھانے کے قابل نہیں رہتی۔ یعنی مکھی سے جو چیز بالفرض چھینی جائے گی وہ اس چیز سے بالکل مختلف ہوگی جو اس نے ہم سے چھینی تھی اور اس قابل نہیں ہوگی کہ کوئی انسان اسے استعمال کر سکے یعنی وہ ابتدائی چیز تو کسی حالت میں واپس آ ہی نہیں سکتی جو مکھی ہم سے چھین لے گئی ہو۔ یہ ہماری اور ہماری سائنس کی بے بسی ہے۔ ایسی بے بس سائنس کے بارے میں یہ سمجھ لینا کہ اس نے کسی "بھیڑ" کی تخلیق کی ہے عقل میں آنے والی بات نہیں۔

* * * * * * * * * * * * * *

قارئین بنام مدیر

افکار و تاثرات

جناب مولانا عتیق الرحمن سنبھلی نعمانی، مدیر اعزازی "الفرقان" لکھنو (انڈیا)، جناب عبدالعزیز چشتی شورکوٹ جھنگ

عزیز گرامی قدر حافظ ارشد الحق صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

آپ کا ۲۰ ستمبر ۱۹۹۷ء کا خط میرے ساتھ ساتھ لکھنو آیا ہے اور "الحق" بابت شوال ماہ فروری ۱۹۹۸ء بھی۔ آپ کا خط اگرچہ میرے جواب میں تھا۔ مگر میرا جی چاہتا تھا کہ اس کا بھی جواب دوں۔ مگر باقی رہا۔ حتیٰ کہ فروری کا "الحق" آیا۔ جس میں" حضرت علی میاں مدظلہ کی خدمت میں پانچ روز " پڑھکر داد دینے کو جی چاہا۔ جس کی مہلت سفر کی تیاری میں وہاں نہیں مل سکی تو دونوں چیزیں ساتھ رکھ لیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت رکھے۔ بہت موثر مضمون ہے۔ اگر علی میاں مدظلہ کا فیض صحبت وخدمت قرار دیکر کہوں کہ اس مضمون کی تحریر میں آپ نے ترقی کے کئی ایک زینے ایک جست میں پار کرلیے ہیں تو امید ہے کہ یہ تاثر آپ کو بخوشی قبول ہوگا۔ آپ نے اکوڑہ حاضری کی فرمائش کی ہے۔ میری خود بڑی خواہش ہے اس دفعہ اگر " الفرقان " کی اشاعت خاص کے کام سے کچھ جلد فراغت ہوگئی تو نیت ہے کہ پاکستان کا سفر بشرط ویزا کیا جائے۔ (مولانا) عتیق الرحمان سنبھلی نعمانی) مدیر اعزازی ماہنامہ "الفرقان" لکھنو (انڈیا)

جناب ایڈیٹر صاحب ماہنامہ " الحق" دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

السلام علیکم! ارسال کردہ خصوصی شمارہ بذریعہ رجسٹرڈ ڈاک وصول ہوا۔ یاد آوری کا دل کی گہرائیوں سے شکریہ۔ یہ شمارہ بڑا معیاری اور معلوماتی ہے۔ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ .... آئندہ شماروں میں خود بھی شامل ہونیکی کوشش کرونگا۔ ع جدا ہو دیں سیاست سے تورہ جاتی ہے چنگیزی

اہل دین پر سیاست میں حصہ لینے کی ممانعت نہیں بشرطیکہ سیاست لولی لنگڑی نہ ہو۔ سیاست ہارس ٹریڈنگ، فلور کراسنگ اور لوٹا کریسی کا شکار نہ ہو۔ اسلامی سیاست کا اپنا ایک انداز اور رنگ ہے۔ اسلام بھی ایک سیاست ہے۔ حضرت محمدؐ سب سے بڑے سیاستدان تھے۔ اس بات کو انگریز بھی تسلیم کرتے ہیں۔ جس انگریزی ادارے سے انگلستان میں قائداعظم نے تعلیم حاصل کی تھی اس کی لوح امتیاز پر سب سے پہلا نام رسول برحقؐ کا بطور سیاستدان لکھا ہے۔ اسلام اور سیاست کا چولی دامن کا ساتھ ہے، سیاست شجر ممنوعہ نہیں ہے بشرطیکہ سیاست صاف اور شفاف ہو۔

جناب عالی! حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب مرحوم ومغفور کی خدمت میں جب بھی اس

ناچیز نے حاضری دی ہماری گفتگو کا بڑا موضوع سیاست ہی ہوتا تھا۔ مرحوم علوم کا دریا تھے اور اپنے وقت کے ایک بڑے سیاستدان بھی تھے۔ وہ جنگ آزادی کے ایک بڑے مجاہد اور تحریک پاکستان کے معروف کارکن بھی تھے۔ عزیزی راشد الحق تحصیل علم کیلئے شاید مصر روانہ ہوچکے ہوں گے کے لکھے ہوئے خطوط مجھے مل گئے تھے۔ خدا ان کے سفر کو وسیلہ ظفر بنائے۔ بھائی سمیع الحق صاحب کو میرا سلام خلوص پہنچے۔ ۱۹۶۱ء کے وہ یادگار دن میرا سرمایہ حیات ہیں جب اسی دارالعلوم میں شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ سے ملاقاتیں ہوا کرتی تھیں جن کی یادیں آج بھی مجھے ستاتی ہیں۔ کتنے خلوص اور پیار سے ملا کرتے تھے۔ دارالعلوم کے قریبی گاؤں میں میرا ایک چپراسی نصیرخان رہائش پذیر ہوا کرتا تھا۔ میں اس کے ساتھ نوشہرہ سے اکوڑہ خٹک آجایا کرتا تھا۔ حضرت صاحبؒ سے ملاقات ہوجاتی تھی۔ ان کا لگایا ہوا بوٹا (دارالعلوم حقانیہ) اب ایک تناور درخت بن چکا ہے۔ یہاں کے فارغ التحصیل علماء اب پوری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں اور اسلام کی روشنیاں پھیلا رہے ہیں۔ میں ۱۹۸۶ء میں گورنمنٹ سروس سے ریٹائرڈ ہوگیا تھا۔ اب درس، تبلیغ، ادب، صحافت، ریسرچ اور سیاست کے شعبے سے وابستہ ہوں۔ ملکی غیر ملکی اخباروں، رسالوں اور جریدوں میں ۵ زبانوں میں لکھتا ہوں۔ کسی زمانے میں ریڈیو کیلئے بھی لکھا کرتا تھا۔ اب مصروف ہوں۔ دارالعلوم حقانیہ کی سرگرمیوں سے مطلع فرماتے رہیں کیونکہ میری بے شمار یادیں اس سے وابستہ ہیں۔ جملہ احباب واساتذہ کرام کی خدمت میں سلام۔ شکریہ۔ عبدالعزیز چشتی۔ چشتی ہاؤس، شورکوٹ

بیاد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق مرحوم و مغفورؒ

() وہ اک مرد کامل وہ علمی ستارہ — وہ محسن تھا میرا دل وجاں سے پیارہ
وہ استاد کامل مرا پیشوا تھا — وہ اللہ والا مرا رہنما تھا
() تھا وہ عبد حق اور میں عبدالعزیز — سکھائی مجھے اس نے عقل اور تمیز
() قابل صد احترام نیک خواور نیک نام — ہوگئے ہم سے جدا ہے یہ قدرت کا نظام
() علم کی شمعیں جلا کر چل دیے — دین کے ڈنکے بجا کر چل دیے
() شہر دل کی ہر گلی ویران ہے تیرے بغیر — کیا کروں سارا جہاں سنسان ہے تیرے بغیر

عبدالعزیز چشتی۔ چشتی ہاؤس شورکوٹ شہر ضلع جھنگ

الحق "خصوصی شمارہ" ۔ مجلات وجرائد کی نظر میں

ماہنامہ "الحق" نے پاکستان کے پچاس سال مکمل ہونے کی مناسب سے ماہ اگست ۱۹۹۷ء کا شمارہ خصوصی نمبر کے طور پر نکالا ہے جس کی ملک اور بیرون ملک خوب پذیرائی ہوئی ۔ ماہنامہ "معارف" اعظم گڑھ (انڈیا) نے اپنے دسمبر ۱۹۹۷ء کے شمارہ میں "الحق" کے اس خصوصی نمبر پر تبصرہ شائع کیا ہے جو کہ نذر قارئین ہے ۔ (ادارہ)

الحق (خصوصی شمارہ) :- مدیر جناب مولانا سمیع الحق ، صفحات 165 ، قیمت =/35 روپے سالانہ =/150 روپے ، پتہ ماہنامہ "الحق" دارالعلوم حقانیہ ، اکوڑہ خٹک ، ضلع نوشہرہ پاکستان ۔

برصغیر کو انگریزوں کے تسلط سے آزاد ہوئے پچاس سال ہوگئے ، اس موقعہ پر ہند و پاک کی حکومتیں مختلف پروگرام منعقد کرکے جشن آزادی منانے میں مصروف ہیں لیکن سنجیدہ ، دردمنداور باشعور افراد و ادارے اس موقع کو احتساب وخودنگری کا لمحہ غنیمت تصور کرتے ہیں ، زیرنظر شمارہ اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے جو تقریباً بائیس مضامین پر مشتمل ہے ، اس میں پاکستان کے معروف اہل قلم نے وہاں کے احوال کا جائزہ لیا ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ آزادی کا یہ سفر کج رفتار و بے سمت گزرا ۔ جناب حکیم محمد سعید نے اس کا اصل سبب " واعتصموا بحبل اللہ جمعیا ولاتفرقوا " کے نسخہ کیمیا کا فراموش کردیا جانا بتایا ہے ۔ فاضل مدیر کے قلم سے ایک مضمون میں موجودہ حالات کے پس منظر میں مولانا مدنیؒ اور مولانا ابوالکلام آزادؒ کے ان اندیشوں کا ذکر ہے جو ان کی نگاہ میں آج حقیقت میں بدل گئے ہیں ۔ ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہان پوری کا مقالہ فکرانگیز ہے جس میں نظریہ پاکستان کی صحت وعدم صحت سے قطع نظر اس اہم نکتہ پر بحث کی گئی ہے کہ " یہ استحقاق کس کو حاصل ہے کہ اس کے افکار کو نظریہ پاکستان کی بنیاد بنایا جائے " ۔ لیکن ان کے بعض خیالات اہل نظر کی بحث کا موضوع بن سکتے ہیں ، چنانچہ " الحق " کے تازہ شماروں سے معلوم ہوا کہ یہ تحریر متنازعہ بن گئی ہے ، تاہم ان کے خیالات غوروفکر کے لائق ہیں ۔ ایک اور مضمون سیداحمد شہیدؒ اور اکوڑہ بھی معلومات افزا ہے ۔ ماضی سے بےاطمینانی کے باوجود عام طور سے روشن مستقبل کی توقعات بھی ہیں ۔ تاریخ پاکستان سے دلچسپی رکھنے والوں کے لیے اس شمارہ میں خاصامواد موجود ہے ۔ (

The First Name
in Bicycles, brings
ANOTHER FIRST

SOHRAB VIP SPORTS

Sohrab, the leading national bicycle makers now introduce
the last word in style, in elegance, in comfort...
absolutely the last word in bicycles.

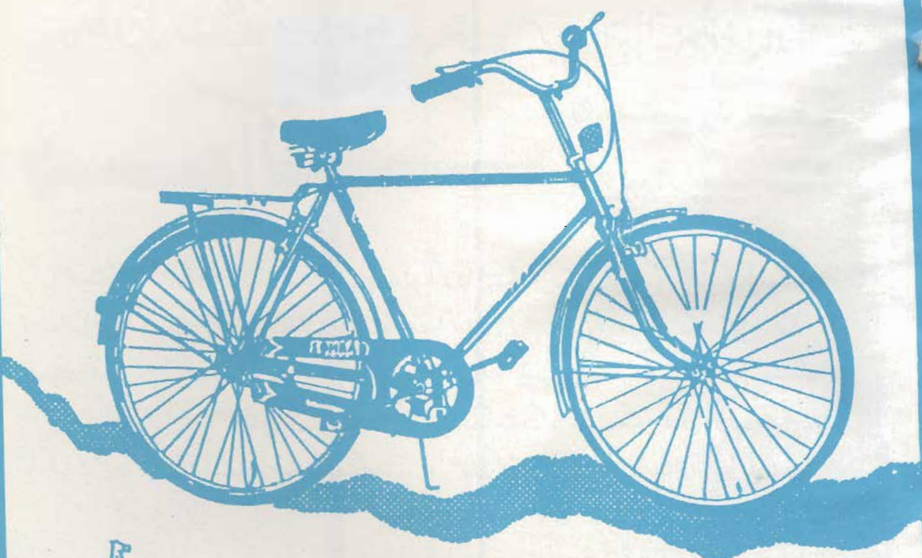

PAKISTAN CYCLE INDUSTRIAL COOPERATIVE SOCIETY LIMITED
National House, 47 Shahrah-e-Quaid-e-Azam, Lahore, Pakistan.
Tel: 7321026-8 (3 lines). Telex: 44742 CYCLE PK. Fax: 7236143. Cable: BIKE

Regd. No. P - 90 Monthly "AL-HAQ" Akora Khattak

دانت دُرست "تن" دُرست

دانتوں کی صفائی اور مسوڑھوں کی صحّت کے لیے انتہائی موثّر نباتاتی

مسواک — ہمدرد پیلو ٹوتھ پیسٹ

اچھی صحت کا دار و مدار صحت مند دانتوں پر ہے۔ اگر دانت خراب ہوں یا عدم توجہی کے باعث گر جائیں تو انسان دُنیا کی بہت سی نعمتوں اور لذّتوں سے لُطف اندوز نہیں ہو سکتا۔ زمانۂ قدیم سے صحتِ دندان کے لیے انسان درختوں کی شاخیں بطور مسواک استعمال کرتا آیا ہے۔ ہمدرد نے تحقیق و تجربات کے بعد دار چینی، لونگ، الائچی اور صحتِ دہن کے لیے دیگر مفید نباتات کے اضافے کے ساتھ "مسواک ٹوتھ پیسٹ" تیار کیا ہے جو دانتوں کو صاف اور سفید رکھنے کے ساتھ مسوڑھوں کو بھی مضبوط، صحت مند اور محفوظ رکھتا ہے۔

سارے گھر کا ٹوتھ پیسٹ
مسواک — ہمدرد پیلو ٹوتھ پیسٹ
مسواک کے قدرتی خواص صحتِ دنداں کی مضبوط اساس

مدینۃ الحکمۃ تعلیم، سائنس اور ثقافت کا عالمی منصوبہ۔

ہمدرد